ماہنامہ

بانی: غلام حیدر شیخ

برجستہ

چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ

لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ONLINE EDITION

VOLUME: 4 | ISSUE 56 | OCT. 2026

پنجاب کی خوشحالی اور ترقی کا سفر
ہر ممکن جاری رکھنا میری اولین ترجیح

وزیراعلیٰ پنجاب

مریم نواز شریف

ISSN # : 3080-9746

ماہنامہ
برجستہ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

سرورق		فرنٹ
اشتہار		صفحہ 2
فہرست		صفحہ 3
اِداریہ	عنوان: پنجاب حکومت ۔۔۔۔ ترقی، گورننس اور عوامی مسائل	صفحہ 4
کالم و مضامین	روایتی تہوار بسنت: پنجاب کی ثقافتی روایت نئی اُمید اور ذمہ داری	صفحہ 5
کالم و مضامین	ترقی کا باب: پنجاب میں خدمت، سہولت اور تعمیر کا سفر	صفحہ 6-7
کالم و مضامین	فلم کی جادونگری	صفحہ 8-9
کالم و مضامین	خیالی چوہدراہٹ	صفحہ 10
کالم و مضامین	لائیو ویڈیو کال اور رات	صفحہ 11-12
کالم و مضامین	شہید حکیم محمد سعید کے خوابوں کی تعبیر ۔۔۔ مدینۃ الحکمہ	صفحہ 13-14
کالم و مضامین	اے آئی کی نئی دُنیا میں کتاب اپنا وجود برقرار رکھ پائے گی یا نہیں؟	صفحہ 15-16
کالم و مضامین	کونسلوں کے مالی معاملات پر سنگین سوالات	صفحہ 17-18
اشتہار	اشتہار	صفحہ 19
کالم و مضامین	ملک منیر اقبال چنڑ ۔۔۔۔ بہاول پور کی مٹی سے اُبھرتی ہوئی ایک نئی سیاسی آواز	صفحہ 20-21
انقرہ ڈائری	ترکیہ میں خاندان کا تحفظ	صفحہ 22-23
آئینۂ سخن	فیض احمد فیض	صفحہ 24
طب و سائنس	قبض ۔۔۔۔ اُم الامراض	صفحہ 25-26
دینِ حق	رشتہ داروں کے حقوق	صفحہ 27-28
بچوں کی کہانیاں	لومڑی اور چیل کی دوستی	صفحہ 29
کھیل کھلاڑی	اکتوبر ۔۔۔ پاکستان میں کرکٹ میلہ	صفحہ 30
فلمی دُنیا	لندن: فرینڈز آف پاکستان کی پانچویں سالانہ ایوارڈ تقریب	صفحہ 31
اشتہار		صفحہ 32

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں
+965-6600-6571 FOR KUWAIT
+92-322-5300-703 FOR PAKISTAN

ISSN # : 3080-9746

بانی: غلام حیدر شیخ
ماہنامہ
برجستہ
چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ہماری ٹیم

ایگزیکٹو ایڈیٹر:	علی حیدر شیخ
ایڈیٹر:	اصغر علی کھوکھر
مینجنگ ایڈیٹر:	عدیل احمد خان
ڈپٹی ایڈیٹر:	عائشہ خان
ریزیڈنٹ ایڈیٹر جدہ:	امیر محمد خان
لیڈی ایڈیٹر (یو۔کے):	ڈاکٹر رابعہ حیدر
ایڈیٹر کویت:	محمد عمر
فوٹوگرافر:	ذوالقرنین حیدر
مارکیٹنگ اینڈ سرکولیشن:	معیز احمد

عنوان: پنجاب حکومت۔۔۔ترقی، گورننس اور عوامی مسائل

پنجاب پاکستان کا سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ ہے، اس لیے یہاں کی حکومت کی کارکردگی کا براہِ راست اثر کروڑوں شہریوں کی زندگی پر پڑتا ہے۔ایک مؤثر صوبائی حکومت کی بنیادی ذمہ داری صرف بڑے منصوبوں کا اعلان کرنا نہیں بلکہ تعلیم، صحت، روزگار، امن وامان، صاف پانی، ٹرانسپورٹ اور مہنگائی جیسے روزمرہ مسائل پر بھی مسلسل توجہ دینا ہے۔

پنجاب حکومت کی جانب سے ترقیاتی منصوبوں اور عوامی سہولت کے اقدامات پر توجہ قابلِ ذکر ہے، تاہم کسی بھی حکومتی پروگرام کی اصل کامیابی اس وقت سامنے آتی ہے جب اس کے فوائد عام شہری تک شفاف اور مساوی انداز میں پہنچیں۔ بڑے منصوبوں کے ساتھ بنیادی سہولیات کی بہتری بھی حکومتی ترجیحات میں شامل رہنی چاہیے۔صوبے کو درپیش ایک اہم مسئلہ گورننس اور احتساب کا بھی ہے۔سرکاری اداروں میں شفافیت، میرٹ اور بروقت فیصلے انتظامی نظام کو مضبوط بنا سکتے ہیں۔ ترقیاتی بجٹ کے استعمال کی مؤثر نگرانی اور عوام کو اس کے نتائج سے آگاہ کرنا اعتماد میں اضافے کا سبب بن سکتا ہے۔

تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بھی مستقل بنیادوں پر اصلاحات کی ضرورت ہے۔سرکاری اسکولوں اور اسپتالوں میں سہولیات، عملے کی دستیابی اور خدمات کے معیار کو بہتر بنانا محض بجٹ کا معاملہ نہیں بلکہ صوبے کے مستقبل سے جڑا ہوا مسئلہ ہے۔آخرکار پنجاب حکومت کی کارکردگی کا پیمانہ دعوے نہیں بلکہ عوام کی زندگی میں آنے والی عملی بہتری ہونی چاہیے۔حکومت اگر پالیسی سازی میں شفافیت، ادارہ جاتی مضبوطی اور عوامی ضروریات کو مرکزی حیثیت دے تو صوبے میں پائیدار ترقی کی بنیاد مزید مضبوط کی جا سکتی ہے۔

ISSN # : 3080-9746

روایتی تہوار بسنت: پنجاب کی ثقافتی روایت
نئی اُمید اور ذمہ داری

اویس حیدر شیخ

لاہور کی فضا میں رنگ برنگی پتنگیں، چھتوں پر چہل پہل، ڈھول کی تھاپ اور ''بو کاٹا'' کی صدائیں ـــــ یہ منظر صرف ایک تہوار کی تصویر نہیں بلکہ پنجاب کی ایک قدیم ثقافتی روایت کی یاد بھی ہے۔ حکومتِ پنجاب نے 2027 میں لاہور میں بسنت کے انعقاد کی منظوری دے کر اس روایت کو ایک بار پھر وسیع پیمانے پر زندہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ موجودہ اعلان کے مطابق بسنت 29 جنوری سے 7 فروری 2027 تک منائی جائے گی، تاہم 5 فروری کو یومِ کشمیر کے باعث تقریبات معطل رہیں گی۔

یہ فیصلہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ لاہور میں 2026 کے اوائل میں طویل وقفے کے بعد بسنت کی واپسی ہوئی تھی۔ 6، 7 اور 8 فروری 2026 کو سخت حفاظتی ضوابط کے تحت بسنت منائی گئی، جسے حکومت نے پنجاب کی ثقافتی شناخت اور لاہور کی تاریخی روایت کی بحالی کے طور پر پیش کیا۔ سرکاری طور پر پتنگ اور ڈور بنانے والوں کی رجسٹریشن، ممنوعہ ڈور کے خلاف کارروائی اور موٹر سائیکل سواروں کے لیے حفاظتی اقدامات جیسے انتظامات کیے گئے تھے۔

گزشتہ بسنت نے کیا سبق دیا؟

2026 کی بسنت نے یہ ثابت کیا کہ لاہور کے شہریوں میں اس تہوار سے جذباتی اور ثقافتی وابستگی اب بھی موجود ہے۔ برسوں کے وقفے کے بعد جب آسمان پتنگوں سے بھرے تو لاہور کی روایتی رونق دوبارہ دکھائی دی۔ تاہم اس جشن کے ساتھ حفاظتی خدشات بھی موجود رہے، اور سرکاری ریکارڈ کے مطابق 2026 کی تقریبات کے دوران جانی وزخمی ہونے کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ 2027 کے لیے حکومت نے پہلے سے زیادہ سخت حفاظتی انتظامات پر زور دیا ہے۔

بسنت کی تاریخ ہمیں یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ خوشی اور احتیاط ایک دوسرے کی ضد نہیں۔ خطرناک ڈور، چھتوں پر غیر ضروری ہجوم، موٹر سائیکل سواروں کے لیے خطرات اور قانون کی خلاف ورزی ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی بھی صورت تہوار کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔ پنجاب حکومت نے 2026 کے بعد نئے قواعد میں محفوظ چھتوں، بچوں کی نگرانی، چھتوں کی گنجائش، ابتدائی طبی امداد اور خلاف ورزی کی صورت میں ذمہ داری جیسے امور پر بھی زور دیا ہے۔

دس روزہ بسنت اور لاہور کی ثقافتی شناخت

2027 میں بسنت کا دورانیہ تین دن کے بجائے دس دن مقرر کیا جانا اس تہوار کو محض پتنگ بازی تک محدود رکھنے کے بجائے ایک وسیع ثقافتی سرگرمی بنانے کی کوشش بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ حکومت کے مطابق اس کا مقصد پنجاب کے ثقافتی رنگ اور لاہور کی تاریخی روایات کو اجاگر کرنا ہے۔

لاہور صدیوں سے ثقافت، فنون، کھانوں، موسیقی اور تہذیبی میل جول کا شہر رہا ہے۔ بسنت بھی اسی ثقافتی ورثے کا ایک نمایاں حوالہ ہے۔ اگر اسے منظم انداز میں پیش کیا جائے تو یہ مقامی دستکاروں، پتنگ سازوں، چھوٹے کاروباروں، فنکاروں اور سیاحت سے وابستہ شعبوں کے لیے معاشی سرگرمی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

لیکن اس روایت کی اصل خوبصورتی اسی وقت برقرار رہ سکتی ہے جب انسانی جان کا تحفظ ہر جشن سے مقدم ہو۔ ثقافت وہی خوبصورت ہوتی ہے جس میں خوشی کے ساتھ ذمہ داری بھی شامل ہو۔

حکومت اور عوام دونوں کی ذمہ داری

2027 کی بسنت کی کامیابی صرف انتظامیہ کی ذمہ داری نہیں۔ حکومت کو قوانین پر بلا امتیاز عمل درآمد، ممنوعہ ڈور کی روک تھام، مؤثر نگرانی، ہنگامی طبی سہولیات اور شہریوں کی حفاظت یقینی بنانا ہوگی۔ دوسری طرف شہریوں کو بھی یہ سمجھنا ہوگا کہ ایک لمحے کی تفریح کسی دوسرے انسان کی زندگی کے لیے خطرہ نہیں بننی چاہیے۔

بسنت کی اصل روح رنگ، خوشی، میل جول اور بہار کا استقبال ہے ـــ خطرہ مول لینا نہیں۔ اگر پتنگ بازی محفوظ ڈور، ذمہ دارانہ رویے اور واضح قوانین کے تحت ہو تو یہ تہوار پنجاب کی ثقافتی شناخت کو نئی نسل تک منتقل کرنے کا خوبصورت ذریعہ بن سکتا ہے۔

پنجاب حکومت کا 2027 میں بسنت کو وسعت دینے کا فیصلہ دراصل ایک ثقافتی روایت کو نئے دور سے ہم آہنگ کرنے کا موقع ہے۔ اب اصل امتحان یہ ہے کہ لاہور کی چھتوں پر اڑتی پتنگوں کے ساتھ حفاظت، قانون کی پاسداری اور شہری ذمہ داری کا پیغام بھی بلند ہو۔ تب ہی بسنت محض ایک جشن نہیں بلکہ پنجاب کے زندہ ثقافتی ورثے کی باوقار علامت بن سکے گی۔

ISSN # : 3080-9746

ترقی کا نیا باب: پنجاب میں خدمت، سہولت اور تعمیر کا سفر

عائشہ عدیل احمد

پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ یہاں ہونے والی حکومتی پیش رفت کا اثر صرف سرکاری فائلوں یا اعداد و شمار تک محدود نہیں رہتا بلکہ سڑک، ہسپتال، سکول، روزگار، صفائی اور عوامی سہولت کی صورت میں عام آدمی کی روزمرہ زندگی تک پہنچتا ہے۔ فروری 2024 سے وزیرِاعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی قیادت میں صوبائی حکومت نے ترقیاتی ایجنڈے میں انفراسٹرکچر کے ساتھ ساتھ صحت، تعلیم، خواتین، نوجوانوں، زراعت، ماحولیات اور ڈیجیٹل عوامی خدمات کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔

اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ دکھائی دیتی ہے کہ ترقی کو صرف بڑے شہروں تک محدود رکھنے کے بجائے دیہی اور پسماندہ علاقوں کے منصوبوں کو بھی اہمیت دی جا رہی ہے۔ سڑکوں کے شعبے میں دیہی رابطہ کاری کے منصوبے، شاہراہوں کی بہتری اور نئے روڈ منصوبے اس سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ پنجاب کے محکمہ مواصلات و تعمیرات کے

> **ترقی کا اصل حسن یہی ہے کہ اس کا فائدہ فائل میں نہیں، عوام کی زندگی میں نظر آئے۔**

مطابق دیہی سڑکوں کی بحالی کے لیے Rural Accessibility Programme پر کام جاری ہے، جبکہ مختلف اضلاع میں نئے ترقیاتی منصوبے بھی منظور کیے جا رہے ہیں۔

نارووال کی مثال اس سمت کی ایک واضح تصویر پیش کرتی ہے۔ فروری 2025 میں وزیرِاعلیٰ پنجاب نے نارووال میں متعدد منصوبوں کا اعلان کیا، جن میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت، نارووال میڈیکل کالج اور نارووال–مرید کے روڈ کے دوسرے مرحلے سمیت مختلف منصوبے شامل تھے۔ صوبائی حکومت کے مطابق نارووال میں تقریباً 400 کلومیٹر سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لیے 28 ارب روپے مختص کیے گئے۔

ترقی کا دوسرا اہم پہلو صحت ہے۔ پنجاب کے ترقیاتی پروگرام میں صحت کی سہولیات تک رسائی بہتر بنانے کے لیے مختلف منصوبے شامل ہیں، جن میں Maryam Nawaz Health Clinics کا منصوبہ بھی شامل ہے۔ کینسر کے مریضوں کے لیے خصوصی اقدامات کو بھی صوبائی حکومت نے اپنے نمایاں منصوبوں میں شامل کیا ہے۔

اسی طرح نوجوانوں اور ٹیکنالوجی کو بھی ترقیاتی حکمتِ عملی کا حصہ بنایا گیا ہے۔ پنجاب حکومت کے فلیگ شپ منصوبوں میں آئی ٹی انٹرن شپ اور نوجوانوں کے لیے ہنر و روزگار سے متعلق پروگرام شامل ہیں۔ دسمبر 2025 میں صوبائی کابینہ نے راولپنڈی میں پنجاب کے دوسرے بڑے آئی ٹی سٹی کے قیام اور ایک سال میں 2,300 نوجوانوں کو

ISSN # : 3080-9746

ہنر مند بنانے کا ہدف بھی منظور کیا۔

خواتین کی سہولت اور معاشی شرکت بھی موجودہ ایجنڈے کا نمایاں حصہ ہے۔ جون 2026 میں پنجاب کے ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ نے بتایا کہ ہسپتالوں، تعلیمی اداروں اور سرکاری دفاتر میں 650 ڈے کیئر سینٹرز قائم کرنے کے منصوبے کے لیے ایک ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ ایسے اقدامات کام کرنے والی خواتین کے لیے عملی سہولت پیدا کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

زراعت کے میدان میں بھی روایتی طریقوں سے آگے بڑھنے کی کوشش نظر آتی ہے۔ ہائی ٹیک زرعی مشینری کے لیے فنانس پروگرام اور نئی زرعی ٹیکنالوجیز سے متعلق منصوبے سرکاری فلیگ شپ پروگرامز میں شامل ہیں۔ اسی سلسلے میں پنجاب میں ٹیکنالوجی پر مبنی جھینگا فارمنگ اور ایکوا کلچر ویلیو چین کا منصوبہ بھی شروع کیا گیا، جس میں ہیچری، پروسیسنگ، کولڈ اسٹوریج اور نقل و حمل کے مربوط نظام کا تصور شامل ہے۔

شہری زندگی کے حوالے سے صفائی، پانی اور مقامی حکومت بھی اہم ترجیحات میں شامل ہیں۔ ستھرا پنجاب پروگرام کے ساتھ مقامی حکومت کے نظام اور شہری سہولیات کو بہتر بنانے پر توجہ دی جارہی ہے۔ 2026 میں پنجاب پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ اتھارٹی نے سڑکوں، پانی، ویسٹ واٹر ٹریٹمنٹ، طلبہ کی رہائش اور دیگر عوامی سہولیات سے متعلق متعدد منصوبوں کو آگے بڑھانے کی منظوری دی۔

ایک اور قابلِ ذکر پہلو ڈیجیٹل گورننس ہے۔ مریم کے دستک پروگرام کا مقصد سرکاری خدمات کو شہریوں کے دروازے تک پہنچانا اور ٹیکنالوجی کے ذریعے سرکاری دفاتر کے غیر ضروری چکروں کو کم کرنا ہے۔ اگر یہ نظام مطلوبہ رفتار اور شفافیت کے ساتھ مزید پھیلتا ہے تو عوام اور حکومت کے درمیان رابطے کے روایتی طریقوں میں نمایاں تبدیلی آسکتی ہے۔

ترقی صرف اینٹ، سیمنٹ اور سڑک کا نام نہیں۔ اصل ترقی وہ ہے جو شہری کے لیے سفر آسان کرے، مریض کو علاج تک پہنچائے، نوجوان کو ہنر دے، کسان کی پیداوار بڑھائے، خاتون کو کام کے بہتر مواقع فراہم کرے اور عام آدمی کو سرکاری دفتر کے غیر ضروری چکروں سے نجات دلائے۔ پنجاب حکومت کا موجودہ ترقیاتی ایجنڈا کم از کم پالیسی کی سطح پر انہی مختلف پہلوؤں کو ایک ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے۔

مریم نواز شریف کے دورِ حکومت کا حتمی جائزہ بہر حال صرف اعلانات سے نہیں بلکہ منصوبوں کی تکمیل، معیار، شفافیت، بروقت عمل درآمد اور عام شہری کو ملنے والے حقیقی فائدے سے کیا جائے گا۔ یہی وہ پیمانہ ہے جو کسی بھی حکومت کے ترقیاتی دعووں کو عملی کارکردگی میں تبدیل کرتا ہے۔

آج پنجاب میں سڑک سے ہسپتال، زراعت سے آئی ٹی، خواتین کی سہولت سے نوجوانوں کے روزگار اور صفائی سے ڈیجیٹل گورننس تک مختلف شعبوں میں منصوبہ بندی کا ایک وسیع سلسلہ جاری ہے۔ اگر اس رفتار کے ساتھ منصوبوں کی تکمیل اور نگرانی بھی برقرار رہی تو یہ سفر پنجاب کے شہریوں کے لیے سہولت، جدیدیت اور بہتر عوامی خدمات کی ایک اہم بنیاد بن سکتا ہے۔

ترقی کا اصل حسن یہی ہے کہ اس کا فائدہ فائل میں نہیں، عوام کی زندگی میں نظر آئے۔

ISSN # : 3080-9746

"فلم کی جادونگری"

تحریر وتحقیق: محمد فاروق عزمی

کہتے ہیں کتاب دلچسپ ہو اور موضوع پسندیدہ، تو کتاب جلدی پڑھی جاتی ہے لیکن میرے ساتھ معاملہ الٹا ہے۔ میں اپنی پسندیدہ کتاب ٹھہر ٹھہر کر، مزے اور لطف لے کر پڑھتا ہوں۔ اور اگر زیرِ مطالعہ معروف مصنف محمد سعید جاوید صاحب کی کتاب ہو تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ کس قدر دل چسپ، معلوماتی اور تحقیقی ہوگی۔ جناب سعید جاوید نے بہت قلیل عرصے میں اردو ادب میں اپنا نام اور مقام پیدا کیا ہے انھوں نے اپنے قارئین کو یکے بعد دیگرے مختلف موضوعات پر چھے شاہکار کتابیں دی ہیں۔ 31 مئی کی شام انھوں نے مجھ ناچیز سمیت اپنے چند دوستوں کو اپنے عالی شان ڈرائنگ روم میں انتہائی پُر تکلف چائے کے بعد اپنی جونئ کتاب عنایت فرمائی اس کا نام ہے "فلم کی جادونگری" میں نے یہ کتاب پڑھنے میں تین ماہ لگا دیئے۔ کوئی پوچھے کہ کیوں؟ تو جواب ہے "بھ ?ی میری مرضی! آپ کو کیا؟-

" فلم کی جادونگری " کتاب نہیں یادوں کا پروجیکٹر ہے۔ محمد سعید جاوید ہمارے ان لکھنے والوں میں شامل ہیں جو ماضی کو صرف یاد ہی نہیں کرتے۔ اسے اپنے جادوگر قلم سے دوبارہ زندہ بھی کر دیتے ہیں۔ فلمی دنیا کے مختلف رنگوں کو پھر سے اجاگر کرتی یہ کتاب قاری کو کسی سینما ہاؤس کی گیلری میں لے جا کر بٹھا دیتی ہے۔ جہاں وہ پردہ اٹھنے سے The end تک مبہوت اور ساکت بیٹھا رہ جاتا ہے۔ 500 صفحات کی یہ کتاب بھی " بک ہوم ." نے شائع کی ہے۔ اس سے قبل اسی اشاعتی ادارے سے آپ کی پانچ کتابیں، "اچھی گزر گئی" "مصریات" "ایسا تھا میرا کراچی" "ریل کی جادونگری" اور محمد اسلم مغل کی انگریزی کتاب DASKA NATIONUNITEDTO کا ترجمہ شائع ہو کر مقبولیت کے سارے ریکارڈ توڑ پھوڑ چکی ہیں۔ کچھ کتابیں صرف کتابیں نہیں ہوتیں۔ وہ اپنے اندر ایک زمانہ لیے پھرتی ہیں۔ ایسا زمانہ جسے ہم نے جیا ہے، دیکھا ہے، محسوس کیا ہے، جس سے ہمارے احساسات اور جذبات وابستہ ہیں، محمد سعید جاوید کی تحریروں کی ایک بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ گزرے ہوئے زمانے کو محض یاد نہیں کرتے اسے لفظوں میں دوبارا آباد کر دیتے ہیں۔ مصنف نے اپنی نئ کتاب " فلم کی جادونگری ." میں اپنے تجربے مشاہدے تحقیق اور شگفتہ انداز کو اس مرتبہ فلم کے پردے پر منتقل کر دیا ہے۔ یہ ان کے تخلیقی سفر کا اگلا پڑاؤ ہے۔ انھیں زندگی کے بکھرے رنگوں کو سمیٹ کر کہانی بنا دینے کا ہنر خوب آتا ہے۔

فلم آخر ہے کیا؟ کچھ تصویریں، کچھ آوازیں، کچھ اداکار، چند گیت، کہانیاں، یا کچھ مصنوعی روشنیوں کو، پردہ سیمیں پر زندہ کرنے کا فن؟ شاید ان سب چیزوں کے مجموعے کا نام فلم ہے۔ ہم ایک بڑے سے سینما ہال میں سیکڑوں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ ہال میں اندھیرا ہو جاتا ہے۔

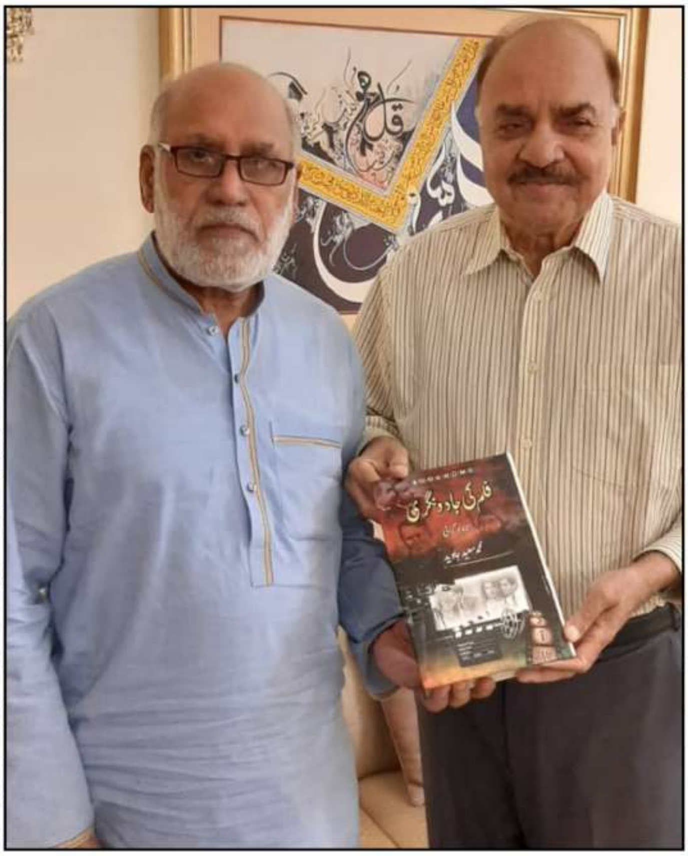

گفتگو بند ہو جاتی ہے، پردہ روشن ہوتا ہے۔ پھر اچانک ہمارے سامنے ایک دوسری دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سب فرضی ہے مگر چند لمحوں کے لیے ہم حقیقت کو بھول جاتے ہیں۔ ہیرو واقعی زخمی ہوتا، محسوس ہوتا ہے، ہیروئن کے آنسو آپ کو اپنے دامن پر گرتے محسوس ہوتے ہیں۔ ولن واقعی خطرناک اور برا لگتا ہے۔ اور پھر کسی گلوکار کی مدھر آواز میں کوئی گیت شروع ہوتا ہے تو ہم بھی اس کہانی کا حصہ بن کر وہی گیت گنگنانے لگتے ہیں۔ یہی فلم کا جادو ہے، اور محمد سعید جاوید نے اسی جادو کو اس مرتبہ کتاب کے صفحات میں قید کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ایک عام فلم بین صرف فلم دیکھتا ہے، اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ایک منظر کو پردے تک پہنچانے میں کتنے ہاتھ کام کرتے ہیں، کیمرہ کہاں ہوگا؟، روشنی کس طرف سے پڑے گی؟ اداکار کہاں اور کیسے کھڑا ہوگا، اس کے چہرے کو کس زاویے سے دکھانا ہے۔ مکالمہ کس انداز سے ادا کرنا ہے؟۔ موسیقی کہاں اور کتنی بلند آہنگ یا مدہم ہوگی؟ ہدایت کار نے کب ایکشن کہنا ہے اور کب کٹ؟ "فلم کی جادونگری" کی ایک بڑی خوبی یہی ہے کہ مصنف قاری کو صرف پرد سیمیں کے سامنے ہی نہیں بٹھاتے بلکہ اسے کیمرے کے پیچھے بھی لے جاتے ہیں، فلم کی ابتدا، فلم میکنگ، شوٹنگ، اداکاری، کیمرے، روشنیوں اور فلم سازی کے مختلف مراحل کا ذکر کرتے ہوئے وہ اس دنیا کے کئی ایسے دروازے بھی کھولتے ہیں جن کے اندر عام فلم بین نے شاید کبھی جھانکنے کی کوشش ہی نہ کی ہو۔ ہمیں کتاب پڑھتے ہوئے پہلی مرتبہ احساس ہوتا ہے کہ پردے پر چند منٹ کا ایک منظر دراصل کتنے گھنٹوں کی محنت کتنے فیصلوں اور کتنی تکنیکی مہارت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ فلم کا اصل تماشا صرف پردے پر نہیں ہوتا، پردے کے پیچھے بھی ایک تماشا لگا ہوتا ہے۔

انسان نے صدیوں تک لمحوں کو یادداشت میں محفوظ رکھا۔ پھر تصویر بنی، پھر ایک دن کیمرے نے انسان کو یہ حیرت انگریز طاقت دے دی کہ وہ گزرتے ہوئے لمحے کو روک سکتا ہے۔ فلم نے اس طاقت کو مزید آگے بڑھایا۔ اب صرف چہرہ محفوظ نہیں ہوتا، چہرہ مسکراتا بھی ہے۔ ہیروئن صرف روتی نظر نہیں آتی اس کے آنسو ڈھلکتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ درخت صرف دکھائی نہیں دیتا، ہوا میں جھومتا بھی ہے۔ بارش صرف نظر نہیں آتی، برس بھی رہی ہوتی ہے۔ اور انسان صرف ایک تصویر نہیں رہتا، کردار بن

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

جاتا ہے۔محمد سعید جاوید نے کیمرے اور فلم بندی کے آلات کے ذکر کے ذریعے اس حیرت انگیز تکنیکی سفر کو بھی موضوع بنایا ہے۔ کتاب کا یہ باب ان قارئین کے لیے بطور خاص دلچسپی کا باعث ہوگا جو جاننا چاہتے ہیں کہ وہ جادو کیسے پیدا ہوتا ہے جسے فلم کہتے ہیں۔

اس ضخیم کتاب کو مصنف نے سات حصوں میں رقم کیا ہے۔ پہلے حصے میں، تصویر کشی، فلم بندی اور سینما کے بارے

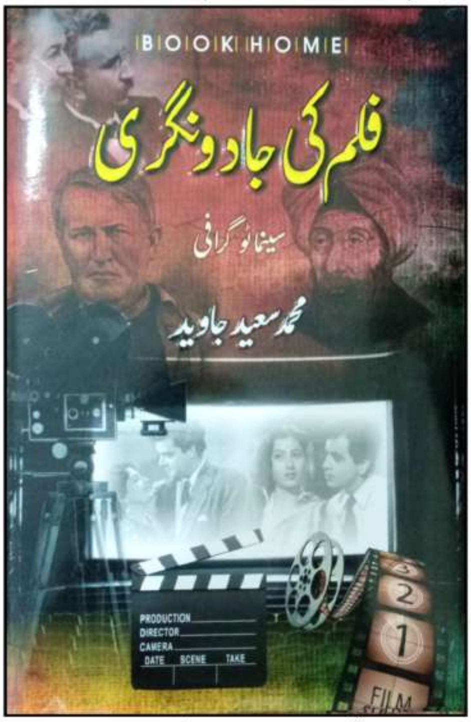

بہت جامع اور تحقیقی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔حصہ دوم میں فلم کی منصوبہ بندی اور تیاری کے مراحل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے اور چوتھے حصے میں جدید سینما کی تکنیک اور سینما انڈسٹری میں انقلاب اور جدت کا مفصل بیان شامل ہے۔ بین الاقوامی فلم انڈسٹری کا ذکر کتاب کے پانچویں حصے میں شامل ہے۔جس میں پاکستان سمیت دنیا بھر کی فلمی صنعتوں کے عروج وزوال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ بالی ووڈ، ہالی ووڈ اور لالی ووڈ اس کے خاص عنوان ہیں۔ اردو کے قارئین کے لیے خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان کی فلموں کا تذکرہ ایک خاص دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے۔ کتاب کے چھٹے اور ساتویں حصے میں متفرق عنوانات کے ذریعے فلمی موسیقی، شاعری، فلمی گیت، گلوکار، موسیقار، فنکار، مقبول ترین فلمی نغمات، معروف ہدایت کار، رشاہکار فلموں اور مزاحیہ اداکاروں کے ساتھ ساتھ فارمولا اور چربہ فلموں کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ دنیائے فلم میں ہونے والے ہولناک حادثات، اور حادثاتی طور پر جاں بحق ہونے والے اداکاروں اور فنکاروں کو بھی انھی حصوں میں یاد کیا گیا ہے۔ ان صفحات کے مطالعے کے دوران یاد آیا کہ 1983ء میں والٹن کے ریلوے اسٹیشن کے قریب شوٹنگ کے دوران ٹرین کی زد میں آ کر جاں بحق ہونی والی اداکارہ نجمہ محبوب کی اس شوٹنگ کو دیکھنے والوں میں ہم بھی شامل تھے۔ جب یہ حادثہ ہوا، بہت دلخراش منظر تھا، اللہ سب کو محفوظ رکھے۔ وہ منظر آج بھی دل پر نقش ہے۔

محمد سعید جاوید نے مشہور فلمی اداکاروں کا ذکر کر کے دراصل ہماری فلمی یادداشتوں کے کئی دروازے کھول دیئے ہیں۔ اب تو شاید کوئی مکمل فلم دیکھے ہوئے بھی تیس برسوں سے زیادہ ہو گئے ہیں، ہم نے زندگی میں پہلی فلم "ڈاچی"'" (پنجابی زبان میں) دیکھی تھی جس کا مشہور گیت تھا، ٹانگے والا خیر منگدا، یہ فلم والٹن ریلوے اکیڈمی کے کھلے گراونڈ پر پروجیکٹر کے ذریعے دکھائی گئی تھی۔

دورانِ مطالعہ قاری صرف اداکاروں کا ذکر اور نام ہی نہیں پڑھتا بلکہ وہ اپنے ماضی سے بھی ملاقات کرتا ہے۔ کسی کو اپنا بچپن یاد آتا ہے تو کسی کو جوانی، اور کسی کو دوستوں کے ساتھ فلم دیکھنے اور ٹکٹ حاصل کرنے کی مہم یاد آتی ہے۔ ہمیں بھی وہ زمانہ یاد آ کے رہ گیا جب ہم کبھی ریگل سینما میں فلم دیکھنے جاتے اور واپسی پر چمن آئس کریم کھانا لازمی سمجھا جاتا

تھا اور کبھی لبرٹی یا کیپری سینما میں دوستوں کے ساتھ فلم دیکھنے کا پروگرام بنتا تو یہاں کے مشہور سموسے اور جلیبیاں ضرور کھائی جاتیں۔

سعید جاوید صاحب نے اپنی کتاب میں فلمی گیتوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہ گیت ہماری زندگی کا ایک الگ ورق ہیں۔ پاکستانی اور ہندوستانی فلمی گیتوں نے ہماری اجتماعی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ گلوکاروں، اداکاروں، گیت نگاروں اور موسیقاروں نے مل کر ایک ایسی دنیا تخلیق کی جس میں کئی نسلیں پروان چڑھیں۔ "فلم کی جادونگری" میں مقبول گانوں اور گلوکاروں کا تذکرہ اسی تہذیبی ورثے کی یاددہانی ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے ایسا لگتا، کہیں پروجیکٹر چل رہا ہے، روشنی مدہم ہو رہی ہے، پردہ روشن ہو رہا ہے، موسیقی کی مدہم سی آواز آ رہی ہے اور اس کے سامنے ہمارا ماضی کھڑا مسکرا رہا ہے۔ شاید یہی محمد سعید جاوید کی اصل کامیابی ہے کہ انھوں نے فلم کے بہانے ہماری یادوں پر کتاب لکھ دی ہے۔ جنرل نالج کے طالب علم کے لیے یہ کتاب معلومات کا خزانہ ہے۔ فلم بین کے لیے یادوں کی پوٹلی، پرانی فلموں کے شائقین مجھ جیسے پرانے وقتوں کے کھوجی کے لیے ماضی کی سیر، اور نئی نسل کے لیے فلمی دنیا اور پاکستانی فلمی تاریخ کا ایک دریچہ، جس میں بے شمار رنگوں کے پھول کھلے ہیں۔ اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے۔

محمد سعید جاوید کی شخصیت کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ وہ روایتی معنوں میں ادب کی درس گاہ سے نکلنے والے مصنف نہیں، انھوں نے پیشہ ورانہ زندگی میں بینکاری، مالیاتی اور انتظامی ذمہ داریاں نبھائیں۔ بیرون ملک بھی طویل عرصہ گزارا، مگر زندگی کے مشاہدات نے بالآخر انھیں قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے زندگی کو بہت اچھے طریقے سے گزرا اور "اچھی گزر گئی" لکھ کر سب کو چونکا دیا، پھر کراچی جیسا شہر ہو یا ریل جیسا خشک تر موضوع، مصر ہو یا فلم انھیں انسانوں کے بنائے ہوئے معاشرے میں چھپی کہانیاں تلاش کرنے کا شوق اور ہنر خوب خوب آتا ہے۔ "فلم کی جادونگری" پڑھتے ہوئے ایک احساس بار بار ہوتا کہ کہ فلمیں صرف فلمیں نہیں ہوتیں وہ اپنے زمانے کا آئینہ بھی ہوتی ہیں ان میں اپنے وقتوں کے لباس، معاشرت، زبان، بازار، رسم ورواج، محبت اور نفرت کے انداز اور اُس وقت کی ترجیحات دکھائی دیتی ہیں۔ سعید صاحب نے اپنی کتاب میں ماضی کے بہت سے سرمائے کو محفوظ کر دیا ہے۔ سیکڑوں رنگین اور بلیک اینڈ وائٹ تصویروں نے کتاب کی اہمیت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ کالم کا دامن ایسی جامع، ضخیم اور دستاویزی کتاب پر تبصرہ لکھنے کے لیے بہت چھوٹا پڑ جاتا ہے۔ اچھی فلموں کی طرح اچھی کتابوں کا بھی کوئی اختتام نہیں ہوتا۔ "فلم کی جادونگری" بھی شاید ایسی ہی ایک کتاب ہے۔ جس کا پردہ کتاب بند کرنے کے بعد بھی دل میں روشن رہتا ہے۔

آخر میں ادب کے اجارہ داروں سے کہنا ہے کہ ایوارڈز کو اندھے کی ریوڑیوں کی طرح بانٹنے والو! کبھی میرٹ کی عینک لگا کر بھی دیکھ لیا کرو کہ آپ کے تمغوں کی عزت بڑھانے والے لوگ محمد سعید جاوید جیسے ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی شاہکار کتابوں کی ورق گردانی تو کرو۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

خیالی چوہدراہٹ

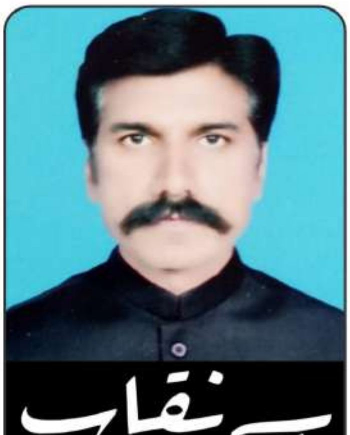

بے نقاب
اورنگ زیب اعوان
laghari768@gmail.com

ملک پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے . مگر بد قسمتی سے ہمارے حکمران ان وسائل سے استفادہ حاصل کرنے کی بجائے۔ خیالی چوہدراہٹ کے دل دادہ ہیں۔ان کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ غیر ملکی حکمران انہیں سہانے خواب دیکھا کر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اپنے ملکی حالات کو بہتر کرنے کی بجائے۔ ہم لوگ اپنی ساری توانائی و طاقت دوسروں کے مسائل حل کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ہمارے ملکی حالات ابتر سے ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری عوام بھوک، مہنگائی، بے روزگاری سے مر رہی ہے۔ مگر ہمارے حکمران دنیا بھر کی چوہدراہٹ حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر میں کہی بھی دو ممالک کے درمیان کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو۔ یہ فوری ثالثی کے لیے خود کو پیش کر دیتے ہیں۔ یا کسی ایک فریق کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ملکی وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔ اور جگ ہنسائی الگ سے ہمارا مقدر بنتی ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اپنے ملکی حالات کو بہتر کرنا ہوگا۔ تبھی ہم حقیقی چوہدراہٹ کے حق دار ہو گے۔ ورنہ یہ خیالی چوہدراہٹ ہمیں اسی طرح سے ذلیل و رسوا کرواتی رہے گی۔ ہمارے مقتدر حلقے خوشامد پرستی کا اس قدر شکار ہو چکے ہیں۔ کہ یہ سچ سننا پسند ہی نہیں کرتے۔ ملک پاکستان کو آزادی حاصل کیے 80 سال ہونے جا رہے ہیں۔ جس میں سے نصف سے زائد عرصہ افواج پاکستان نے اس پر براہ راست حکمرانی کی ہے۔ بالواسطہ تو ہر دور حکومت میں یہ شامل رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی منشا کے بغیر کوئی سیاسی جماعت اقتدار میں نہیں آسکتی۔ جب آپ طاقت کا اصل سرچشمہ ہیں۔ تو آپ سے سوال بنتا ہے۔ کہ ملکی معیشت کی بہتری کے لیے آپ نے کیا کیا ہے۔ آپ کے ادارے کا کوئی بھی سربراہ جب ریٹائر ہوتا ہے۔ تو وہ بیرون ملک جزیرہ خرید کر زندگی عیاشی سے گزارتا ہے کیا آپ لوگ ملکی وسائل کو اپنے ذاتی حالات ٹھیک کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگر یہ مکروہ دھندہ آپ کرتے ہیں۔ تو آپ کے ہاتھوں کی کٹ پتلیاں آپ سے پیچھے کیوں کر رہے گی۔ وہ بھی بہتی گنگا میں خوب ہاتھ دھوتی ہیں۔ اسی وجہ سے عوام کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بیچاری عوام آپ اور آپ کی کٹ پتلیوں کا پیٹ بھرنے کے لیے خون پسینہ بہاتی ہے۔ بدلے میں اسے ذلت و رسوائی ہی ملتی ہے۔ اس کو تو سوال کرنے کا حق تک نہیں۔ ہمارے ملک کے سب سے بڑے صوبے کی وزیر اعلیٰ اپنے سفری استعمال کے لیے ایک جہاز خریدتی ہیں۔ عوام ان سے سوال کرتی ہے۔ کہ یہ جہاز کیوں خریدا اور کن پیسوں سے خریدا۔ تو وہ جواب دینے کی بجائے۔ غصہ کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ میں جاپان اور انگلینڈ اسی پر گئی تھی۔ بندہ پوچھے کہ آپ کرنے کیا گئی تھی۔ آپ یہ بتائیں۔ اگر تو آپ کے اس دورہ سے عوام کا کچھ فائدہ ہوا ہے۔ تو ٹھیک۔ ورنہ اس ذاتی عیاشی کا عوام سے کیا لینا دینا۔ ہمارے حکمران عوام کو ذاتی ملازم سمجھتے ہیں۔ اور خود کو ملک کے مالک۔ ان کی اسی شاہانہ سوچ کی وجہ سے عوام میں ان کے لیے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ مگر بیچاری عوام کرے بھی تو کیا کرے۔ وہ کس سے فریاد کرے۔ ان کو لانے والے بھی عوام کی نہیں سنتے۔ سب مل کر ایک ہی مشن پر لگے ہوئے ہیں۔ کہ کس طرح سے ملکی وسائل کو بے دردی سے لوٹنا ہے۔ اور ذاتی تجوریوں کو بھرنا ہے۔ پاکستان میں دو طبقات ہیں۔ ایک جو اپنی کرپشن، لوٹ مار کو ذہانت، بہادری کا رنگ دیتا ہے۔ اور دوسرا جو اپنی کمزوری و بزدلی کو شرافت، نیک نامی سے تشبیہ دیتا ہے۔ مطلب کرپشن لوٹ مار کرنے والے کو اس ملک میں بہادر سمجھا جاتا ہے۔ اور بھوک سے مرنے والے کو بزدل اور شریف سمجھا جاتا ہے۔ اب یہ ہم لوگوں پر منحصر کرتا ہے۔ کہ ہم کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خیالی چوہدراہٹ کے شوقین حکمرانوں نے ملک پاکستان کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ امریکہ کو جب بھی ہم سے کوئی مطلب ہوتا ہے۔ یا اس نے ہمیں کرایہ کے بدمعاش کے طور پر استعمال کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو اس نے ہمارے حکمرانوں کی تعریفوں کے قصیدے پڑھنا شروع کر دیئے ہیں۔ کہ آپ جیسا ذہین، زیرک، معاملہ فہم، دور اندیش آج تک برسر اقتدار نہیں آیا۔ آپ ملک پاکستان کو دنیا بھر میں ایک منفرد مقام دلوا کر رہے گے۔ بیچارے ہمارے خیالی چوہدری فوری اس کی باتوں میں آجاتے ہیں۔ اور بنا کچھ سوچے سمجھے اس کے اشاروں پر ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ شاید یہ خیالی چوہدراہٹ کا نشہ امت مسلمہ کے ہر حکمران کو ہے۔ سعودی عرب و دیگر اسلامی ممالک کے حکمران بھی اس سلسلہ میں کسی سے کم نہیں۔ امریکہ نے سب کو دنیا کی چوہدراہٹ کا خواب دیکھا کر آپس میں دست و

گریبان کیا ہوا ہے۔ آج امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے۔ مگر ہم اس قدر غافل اور نااہل ہیں۔ کہ ہوش کے ناخن لینے کی بجائے۔ مزید تباہی و بربادی کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ پاکستانی حکمران تو اس سلسلہ میں سب پر سبقت لے جا چکے ہیں۔ ان کی عوام بھوک، بے روزگاری، غربت، مہنگائی سے مر رہی ہے۔ اور یہ اپنی عیاشیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی نااہلی کی سزا عوام بھگت رہی ہے۔

یہ خیالی چوہدری ملک پاکستان کی سلامتی کے لیے خطرہ بنتے جا رہے ہیں۔ انہیں حقیقت کی دنیا میں واپس آکر جینا ہوگا۔ اور دیکھنا ہوگا۔ کہ ان کی خیالی دنیا نے ملک پاکستان کو کس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ دوسروں کے معاملات ٹھیک کرنے کی بجائے۔ انہیں اپنے ملکی مسائل کو حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔ اسی میں ان کی اور ملک پاکستان کی بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر اپنا رحم فرمائے۔ اور ہمارے حکمرانوں کو حقیقت پسند بنا دیں۔

ISSN # : 3080-9746

حفیظ اللہ خان

لائیو ویڈیو کال اور رات

گزشتہ سے پیوستہ

میں اس رات لائیو ویڈیو کال میں مصروف تھی میرے دل میں ایک نئی دنیا بستی جا رہی تھی جہاں کمال میرے خوابوں کا شہزادہ بن کر آ چکا تھا۔اس کی باتوں میں وہ تسکین تھی جو میں نے کبھی نہ سنی تھی اور اس کی آنکھوں میں وہ چمک تھی جو میرے دل کو سکون پہنچاتی تھی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ یہ سب کچھ حقیقی ہے

اتنی رات کو جب اہل زمین سو رہے تھے میرے کمرے کا لائٹ آن تھا میں دلیر بن گئی تھی میں کمال سے باتوں میں اپنے خوابوں کی حقیقت جانتی تھی کہ یہ سب جائز محبت ہے اس لمحے میں نے خود کو اس محبت میں بہتے ہوئے پایا لیکن اچانک دروازہ کھلا اور امی اندر آئیں ان کی آنکھوں میں ایک گہری تشویش اور غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔لاحولہ ولاقوہ۔۔

"شگفتہ!" امی کی آواز گونجی "یہ تم کیا کر رہی ہو؟ یہ کس اجنبی سے باتیں کر رہی ہو تم؟ یہ سمارٹ فون، یہ لائیو ویڈیو کال؟ تم یہ کیا کر رہی ہو؟" ان کی آواز میں اضطراب تھا جیسے وہ میری بے خبری کو روکنا چاہتی ہو۔

امی کے اس سوال نے جیسے میرے دل پر ایک سرد برف کی چادر ڈال دی میں جو اپنے آپ کو اس لائیو کال میں مست محسوس کر رہی تھی یہ اچانک،ان کی آنکھوں میں چھپے ہوئے سوالات،غصہ اور دکھ نے میری حقیقت کھول کر رکھ دی اور ان کی آواز میں جو مایوسی تھی وہ مجھے بہت کچھ بتا رہی تھی۔

میں ان کے سوالوں کا جواب دینے کے بجائے بس چپ رہی۔ دل میں ایک مسکراہٹ آئی۔ پھر بھی میرے دل میں اس وقت تک وہی خواہش اور شدت تھی کہ میں کمال کو اپنی زندگی کا حصہ بنا سکوں۔

میں نے امی کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا "امی، یہ کمال ہے...۔۔۔۔۔۔ میرے خوابوں کا شہزادہ، میں اسے چاہتی ہوں۔" میں نے ان کے سوالات کے باوجود اپنے دل کی بات کہہ ڈالی جیسے ایک بچی جو محبت کے راستے پر اپنی تقدیر تلاش کر رہی ہو امی آپ کیا جانے محبت کیا ہے؟ نہ جانے یہ فلمی ڈائیلاگ کیوں میری زبان پر آیا؟۔

امی کی آنکھوں میں اضطراب اور بھی بڑھ گیا پھر ان کے لبوں سے نکل کر ایک گہری سانس نکلی۔ "شگفتہ، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ایک فریب ہے، ایک دھوکہ۔ایک گناہ ہے،،،،۔اُوف" والدہ کی آواز میں غم تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

امی کمرے سے نکلی۔۔۔۔۔مگر میں اس وقت اپنے جذبات میں اتنی مگن تھی کہ ان کی باتوں کا اثر مجھ پر نہیں ہوا۔

اب میں سوچ رہی تھی کہ کمال جلد سے جلد مجھے رشتہ بھیجے آج رات کا آخری اور افسردہ میسیج کمال کو کیا کہ کل رشتہ بھیج دے ماں کے آنسوؤں اور ان کے لرزتے ہوئے لہجے کا میرے دل پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ مجھے

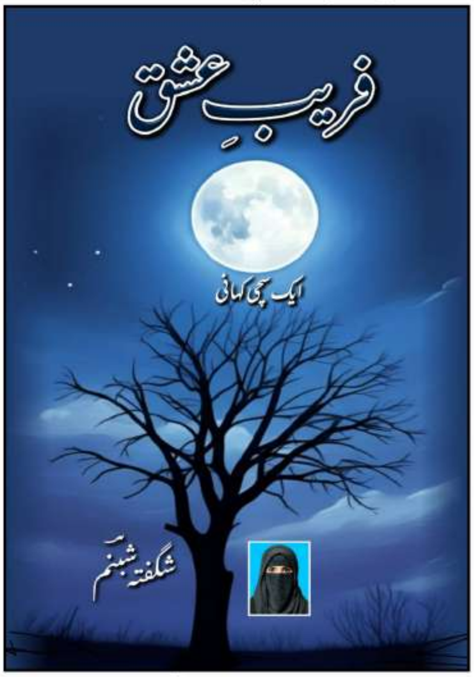

ایسا لگا جیسے ان کی باتیں محض روایتی نصیحتیں ہیں جو ہر ماں اپنی بیٹی کو کرتی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا "ماں کیا جانے عشق کیا ہے؟ محبت کے یہ جذبے کیسے دل کو بے قابو کر دیتے ہیں؟" میرے دل میں ایک لمحے کے لیے بھی کوئی ندامت نہیں تھی۔ یہ محبت کا نشہ، یہ خوابوں کی دنیا، سب کچھ میرے لیے اتنا طاقتور تھا کہ ماں کی فکر اور ان کی بے بسی میرے دل کے دروازے پر دستک دے کر پلٹ جاتی تھی۔

میں نے موبائل کو خاموشی سے بند کیا اور اسے کونے میں بستر کے نیچے چھپا دیا گویا کسی جرم کا ثبوت مٹانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر بستر پر لیٹ کر چھت کی طرف دیکھنے لگی۔ میرے دل میں ایک عجیب سکون تھا جیسے میں نے اپنی دنیا کی سب سے بڑی جنگ جیت لی ہو۔ ماں کی باتیں، ان کے آنسو،سب میرے لیے جیسے پرانی کہانی بن چکی تھی۔

لیکن کہیں نہ کہیں میرے دل کے کسی کونے میں ایک ہلکی سی گونج تھی ایک انجان سا احساس جو شاید مجھے روکنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے اسے نظر انداز کر دیا کیونکہ اس وقت میرا دل کسی اور ہی دنیا میں گم تھا۔شباب کے نشے نے میرے ضمیر کو دھندلا کر دیا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کی لیکن نیند دور تھی۔ دماغ میں کمال کی آواز گونج رہی تھی ان کے کہے ہوئے وعدے، ان کے میٹھے بول، سب کچھ ایک فلم کی طرح میرے دماغ میں چل رہے تھے۔ میں خود کو اس فلم کی ہیروئن سمجھ رہی تھی، وہ میرا ہیرو اور یہ دنیا ہماری محبت کی کہانی کا پس منظر لگ رہا تھا۔

ماں کے آنسو ان کا غم اور ان کی اوف سب پیچھے رہ گئیں۔اس وقت میرے لیے سب سے اہم میرا عشق تھا میری محبت جو مجھے ایک الگ دنیا میں لے جا رہا تھا جہاں کوئی روک ٹوک نہیں تھی کوئی سوال نہیں تھا صرف خواب تھے شاید میری آنکھ لگ گئی تھی۔صبح امی نے ابا جان کو بھی رات کی پوری کہانی سنائی تھی اس دن زندگی میں پہلی بار میں نے کسی مرد کے آنکھوں آنسو دیکھی اور ابو نے مجھے دیکھ کر ایک جملہ کہا کہ شگفتہ! برادری میں ناک کٹوائی ابو کی آواز نحیف تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

ابو کا قہر اور ریلوے بوگیاں:

صبح جب والد نے مجھے دیکھا ان کے چہرے پر ایسا غصہ تھا جو میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے ابو جو ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے تھے آج ان کے لہجے میں پہلی بار سختی تھی جیسے ہی انہوں نے میرے قریب آ کر سوال کیا ان کی آنکھوں میں قہر اور مایوسی صاف نظر آ رہی تھی۔

"ہم نے تم پر بھروسہ کیا، آزادی دی کہ تم اپنی زندگی کو بہتر بناؤ، تعلیم حاصل کرو مگر تم نے اس کا کیا صلہ دیا؟ تم نے اس اعتماد کو توڑ دیا!" ۔۔۔۔۔۔۔ابو نے کہا۔

پھر انہوں نے فون کے بارے میں پوچھا: "یہ فون کیسے آیا؟۔۔۔۔۔۔۔کب آیا؟ اور کس نے دیا؟"

میں نے بات گول کرنے کی کوشش کی کچھ بے ربط بہانے بنائے لیکن وہ یہ سب سننے کے موڈ میں نہیں تھے۔

ISSN # : 3080-9746

ان کی نظر میں میرے ہر لفظ جھوٹ تھا۔ پھر ان کا لہجہ اور سخت ہو گیا:

"اور یہ لڑکا؟ یہ کون ہے؟ جس کے ساتھ تم نے اس گھر کی عزت کا سودا کیا؟ تمہیں کیا لگتا ہے وہ
تمہارے لائق ہے؟"

میں ان کے سوالوں کے جواب دینے سے قاصر تھی۔ میرا دل گھبرا رہا تھا لیکن پھر اچانک میرے اندر ایک ادھوری ہمت پیدا ہوئی۔ شاید یہ محبت کا جنون تھا یا پھر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی ایک ناکام کوشش تھی میں نے صاف صاف کہہ دیا:

''ابو! کَ کَ کمال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ میرے بغیر نہیں جی سکتا اور میں بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔"

یہ سن کر ابو کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ انہوں نے بے یقینی کے عالم میں میرا نام پکارا شگفتہ:

" کمال؟! وہ آوارہ لڑکا جس کی پورے گاؤں میں عزت نہیں؟ تم نے اسے اپنا شریکِ زندگی بنا لیا؟!"

ان کے الفاظ ایک تیز دھار خنجر کی طرح میرے دل میں اتر رہے تھے مگر میں ان کے غصے سے زیادہ اپنی محبت کی کہانی میں کھوئی ہوئی تھی۔

"ابو، آپ نہیں سمجھتے۔ وہ ظاہری طور پر جیسا بھی ہے لیکن اچھا انسان ہے۔ وہ میری محبت ۔۔، میری دنیا ہے!" ۔۔۔۔۔ میں نے کہا۔

ابو نے افسوس سے سر جھکایا ان کی آواز بھاری ہو چکی تھی:

"محبت؟ یہ محبت نہیں۔ یہ تباہی ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہاری عزت کرے گا؟ وہ جو دوسروں کی بہنوں اور بیٹیوں کو فون پر اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے؟ کیا انسان ایسا ہوتا ہے؟؟؟؟
وہ تمھیں کیا عزت دے گا۔"

ان کے الفاظ میرے دل پر وار کر رہے تھے مگر میں اس وقت ان کی باتیں سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ مجھے تو صرف کمال کا خیال تھا اس کی باتیں اس کی محبت میرے لیے وہ میرا سب کچھ تھا۔

ابو کی آنکھوں میں مایوسی اور غصہ تھا۔ انہوں نے کہا:

"افسوس ۔۔۔۔۔۔ شگفتہ! کہ ہم نے تمہاری پرورش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی لیکن آج یہ دن دیکھنا پڑا تم نے آزادی سے غلط فائدہ اٹھایا۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھے مگر جاتے ہوئے ایک بار پھر مڑ کر بولے:

" کمال جیسے لوگ محبت کے قابل نہیں ہوتے۔ میں یہ تمھاری پہلی غلطی سمجھوں گا اور تم بھی یہ فلمی دنیا سے نکل جاو۔ جلدی کرو فون میرے حوالے کرو۔" اور بس ۔۔۔۔۔

ابو کے فون کی گھنٹی بجی ۔۔۔۔۔۔ یہ ریلوے سپروائزر کا فون تھا ۔۔۔۔۔۔۔ جلدی پہنچو ڈیبل ایکسپریس کی دو بوگیاں لائن سے اتھر گئیں ہیں کئی مسافر زخمی اور ۔۔۔۔۔۔

ابو نے افسوس کا اظہار کیا پھر امی سے مخاطب ہوا۔

" اس سے فوراً موبائل لے لو اور میری الماری میں لاک کرو"۔ میں ایمرجنسی میں ہوں۔ میں شاید آج دیر سے واپس آوں!

میں ابو کے الفاظ پر کان دھرنے کے بجائے اپنی محبت کی دنیا میں کھوئی رہی مجھے کیا خبر تھی کہ ابو کا غصہ وقت کا سچ تھا اور میرا جنون ایک خواب جو جلد ٹوٹنے والا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ آج ابو دیر سے آئینگے کیونکہ جب ٹرین کی بوگیاں لائن سے اترتی ہیں تو ریلوے کا "ریلیف اور ریسکیو عملہ '' موقع پر پہنچتا ہے۔ اس میں ڈویژنل انجینئر، اسسٹنٹ ڈویژنل انجینئرز اور سینئر سب انجینئر شامل ہوتے ہیں۔ انجینئرنگ گروپ پٹڑی کی مرمت اور بوگیوں کو دوبارہ لائن پر لانے کے لیے کرین اور جیک استعمال کرتا ہے۔ ریلوے پولیس بھی موقع پر موجود ہوتی ہے تاکہ حفاظت کو یقینی بنایا جا سکے۔

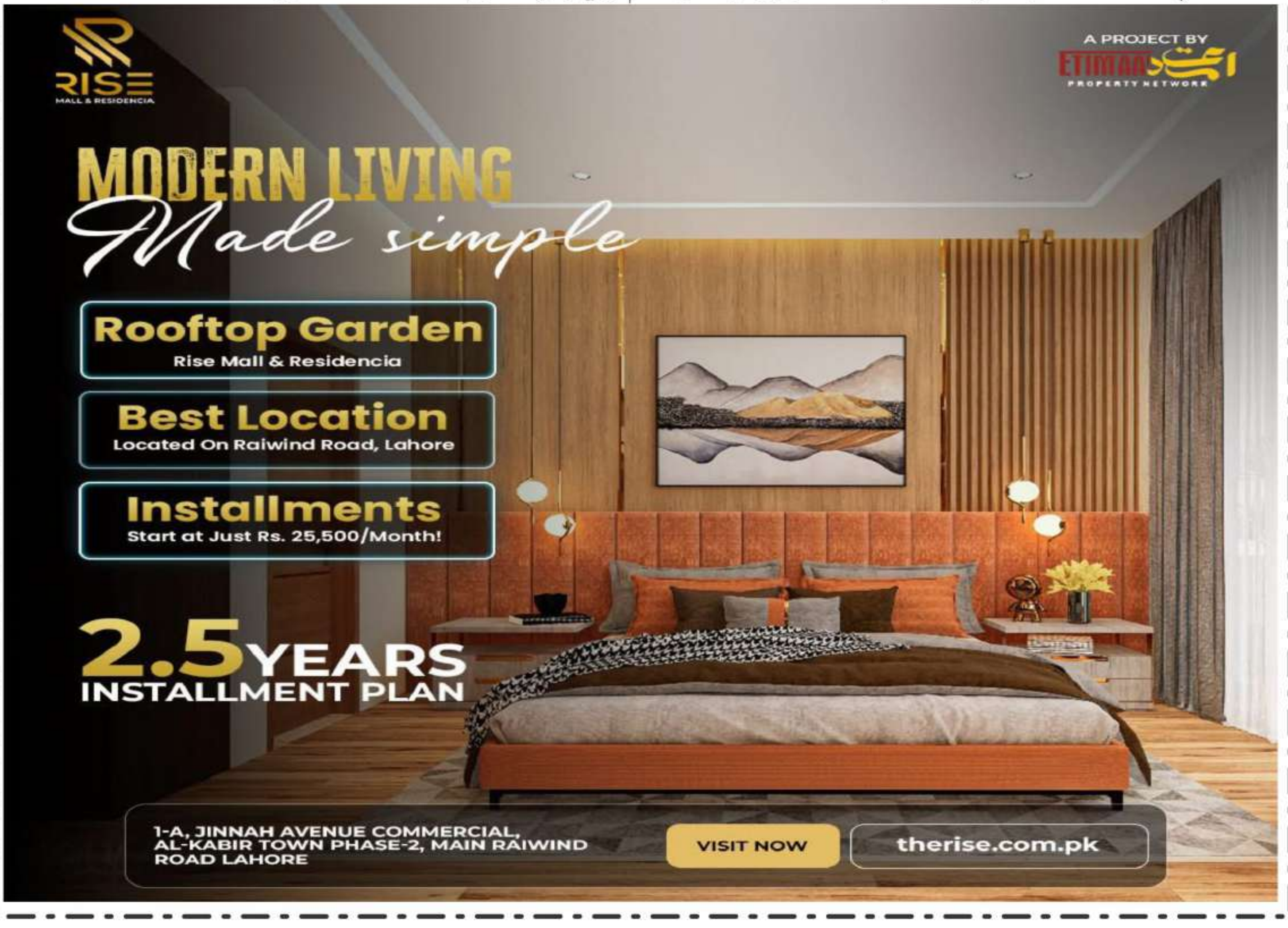

ISSN # : 3080-9746

شہید حکیم محمد سعید کے خوابوں کی تعبیر
مدینۃ الحکمہ

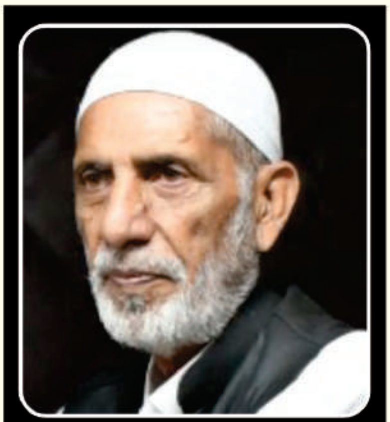

تحریر: حکیم راحت نسیم سوہدروی

شہید پاکستان حکیم محمد سعید ہماری ملی تاریخ کی ان عظیم شخصیات میں بہت نمایاں ہیں جو تعمیر پاکستان میں ہراول دستہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اپنی خدمات کی وجہ سے ان کا نام اور کام ہماری قومی تاریخ میں ہمیشہ منور رہے گا۔ تاریخ آپ کا نام اپنے دامن میں احترام کے ساتھ تا ابد محفوظ رکھے گی، شہید حکیم محمد سعید کی خدمات پر انہیں قوم کے لئے رول ماڈل قرار دیا جاتا ہے اور ان کا ہر عمل قابل تقلید قرار پاتا ہے ان کی خدمات سے کوء صاحب فکر ونظر ہوگا جو آگاہ نہ ہو، انہوں نے ملک وقوم کے لئے خدمات کے دوران ہی جام شہادت نوش کیا،

ثبت است بر جریدہء عالم دوام ما

شہید حکیم محمد سعید کا تعمیر پاکستان میں بنیادی میدان علم وحکمت، طب وصحت اور تعلیم تھا اس حوالے سے جو خدمات سرانجام دیں ان میں ایک شہر علم وثقافت مدینۃ الحکمہ کا قیام ہے مدینۃ الحکمہ شہر علم وثقافت جو کراچی کے نواح میں بندمراد روڈ پر حب ڈیم کے قریب ہے جو کئی ہزار ایکڑ پر محیط ہے یہ حکیم صاحب کے خوابوں کی تعبیر ہے خود حکیم صاحب کہا کرتے تھے یہ بہت پیارا اور خوبصورت نام ہے جس سے مجھے محبت ہے اس شہر علم کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ شہر علم و ثقافت مدینۃ الحکمہ کے قیام کا مقصد مسلمانوں کا اپنے شاندار ماضی سے تعلق جوڑنا اور اسلامی تہذیب وتمدن کے احیا کی ایک سعی ہے، اس منصوبہ کا پس منظر بتاتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ 1978 میں سعودی عرب کے شہر مکہ المکرّمہ کے مقام پر عالمی تعلیمی کانفرنس کا انقعاد کیا گیا جس میں کئی جامعات کے وائس چانسلرز شریک تھے وہ بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے سارا دن کانفرنس میں مصروف رہتے جب کہ عشا کے بعد خانہ کعبہ چلے جاتے اور رات وئیں گذارتے طواف کرتا سعی کرتا فجر کی نماز ادا کر کے ہوٹل آ جاتا اور دن بھر کانفرنس میں مصروف رہنا اس طرح راتیں خانہ کعبہ میں گذرتیں اور دن کانفرنس میں- ایک رات طواف کر کے مقام ابرہیم پر بیٹھا تھا یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی وہاں بیٹھ کر سوچتا غور کرتا اور فکر کرتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئیے تہجد کے وقت مجھے خیال آیا کہ مجھے تعلیمی میدان میں کام کرنا چاہئیے اور کوئی بڑا کام کرنا چاھئیے اسی وقت میرے ذھن میں مدینۃ الحکمہ کا نام ایا نام ہر طرح سے بہترین تھا نماز فجر کے بعد قران حکیم سے راہنمائی طلب کی تو وجدانی کفیت کی تصدیق ہو

گئی قرآن حکیم کی تلاوت کی تو حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا دل باغ باغ ہوگیا سورہ البقرہ کی آیات سامنے تھیں-

مدینۃ الحکمت کے لئے یہ واضح راہنمائی تھی وہیں بیٹھ کر مدینۃ الحکمہ کا منصوبہ بنایا، یوں تعمیر مدینۃ الحکمہ کے لئے فکر وعمل کا آغاز اس تاریخ ساز مقدس و اطہر مقام سے ہوا اس مقام سے جو روشنی علم وعمل کی ملی اس نے اس منصوبہ کی صورت دے دی پھر اللہ نے یہ توفیق بھی دی کہ وہ اس منصوبہ کے لئے ملک اور بیرون ملک صاحبان علم وفضل کو متوجہ کریں یقینی طور پر یہ منصوبہ عالمی حیثیت کا حامل ہے پھر ساری دنیا میں اس کی آواز بلند ہوئی منصوبہ کی تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں تو وسائل کا مسئلہ تھا اس پر عرصہ دراز غور ہوا پھر فیصلہ یہ کیا کہ اس پر دست غیر سے تعاون سے بہتر ہے کہ مصنوعات ہمدرد کو فروغ دے کر اس جائز منافع سے کام لیا جائے اس منصوبہ کے لئیے جگہ کی تلاش کی جانے لگی مگر جلد کامیابی نہ ملی۔

18 اگست 1983 کی شب جبکہ رمضان المبارک کی 27 ویں شب کو زمین فروحت کرنے والا خود آ گیا یہ جگہ بند مراد روڈ پر حب ڈیم سے 23 کلومیٹر پہلے ہے-شہید حکیم محمد سعید کے دل میں خیال آیا کہ اس قدر دور زمین یعنی اللہ کے پچھواڑے-مگر پھر خیال آیا کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے اگلے روز ڈاکٹر فریدالدین بقائی اور نجم الحسن نجمی کے ہمراہ بند مراد روڈ روانہ ہوئے اور 1260 ایکٹر زمین ایک کروڑ میں خرید لی- (جواب 1350 ایکٹر سے زیادہ ہوچکی ہے)

یہ وہی جگہ ہے جہاں سے محمد بن قاسم سندھ میں داخل ہوا تھا اور اب حکیم محمد سعید نے علم کی یلغار کرنا تھی-اب جگہ تو حاصل کر لی گ ءتو بنانے کا سلسلہ شروع کرنے کا تھا وسائل کا مسئلہ حائل تھا اللہ کا نام لے کر تعمیرات کا آغاز ہوا اس کا سنگ اساس بھی ایک منفرد واقعہ ہے 15 دسمبر 1983 کو ہمدرد فاونڈیشن کے زیر اہتمام مزاکرہ تعلیمات نبوی کے مندوبین اور ملک بھر کے دانشوروں، علما صاحبان صحافتی دنیا کے نامور لکھاری اور دوست ممالک کے سفارتی نمائندوں جن کی تعداد ایک سو پچاس سے زیادہ تھی نے ایک باوقار تقریب میں ایک پتھر سے پردہ سرکایا تو سب کے نام کی اینٹ نصب کی گئی تھی جب کہ مہمان خاص حکیم عبدالحمید چیف متولی ہمدرد وقف انڈیا جو حکیم محمد سعید کے برادر اکبر ہیں تھے ملک کے کسی بڑے عہدے والے کی بجائے اہل علم ودانش کو سنگ اساس رکھنے کا اعزاز بخشا اس طرح مدینۃ الحکمہ کی تعمیرات کا آغاز ہوگیا

بیت الحکمت

3 جون 1991 کو اس وقت کے صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے مدینۃ الحکمہ میں ہمدرد یونیورسٹی کا چارٹر عطا

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

فرمایا تو پہلی عمارت بیت الحکمت کی تعمیر شروع ہوئی جس کا سنگ اساس (اولین خشت) حکیم صاحب کے برادر اکبر حکیم عبدالحمید نے رکھا اس کے بعد تعمیرات کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ بیت الحکمت کا منصوبہ خواب سے تعبیر کا سفر طے کر چکا ہے -بیت الحکمت کی تاریخ بیت الحکمہ کا مدینۃ الحکمہ میں سنگ اساس 25 اگست 1987 کو اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے رکھا جبکہ افتتاح 11 دسمبر 1989 کو اس وقت کے صدر مملکت غلام اسحاق نے کیا

بیت الحکمہ جو کہ ہمدرد یونیورسٹی کی لابریری ہے اور اعلی تعلیم (پی ایچ ڈی) کا انسٹی ٹیوٹ بھی ہے اس کے قیام پر ہمدرد فاؤنڈیشن کی لائبریری جس میں 50 ہزار کتب اور بے شمار نایاب کتب مخطوطات بھی تھے اور حکیم صاحب کی ذاتی دو ہزار سے زیادہ کتب جو وہ دہلی سے اپنے ہمراہ لائے تھے سب بیت الحکمت کو دے دیں تھیں اس وقت کوئی تین لاکھ کتب اس لائبریری میں موجود ہیں جب کہ ایک ہزار سے زیادہ رسائل وجرائد جو ہر موضوع سے متعلقہ ہیں ہر سال آتے ہیں جب بیت الحکمت کی تعمیر مکمل ہوگی ایک اعلیٰ درجہ کی لائبریری وجود میں آگ ءتو حکیم صاحب مصر گئے اور وہاں سے ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے بے شمار کتب کا ذخیرہ لے کر آئے انکی خواہش تھی کہ یہ دنیا کی بڑی لائبریری کا درجہ حاصل کرے

بیت الحکمت دیکھنے کی چیز ہے

بیت الحکمہ (ہمدرد یونیورسٹی لابریری) کا شمار ملک کی چند بڑی لائبریریوں میں ہوتا ہے مجھے اس لائبریری کو دیکھنے کے مواقع ملے ہیں یہاں مائیکروسکیشن میں ایک ایسی مشین ہے جو پاکستان کے کم اداروں کے پاس ہے اس زمانے میں یہ ایک کروڑ میں خریدی گئی، یہاں اخباری تراشوں کا ایک جہان آباد ہے پاکستان اور دنیا بھر کے اخبارات وجرائد سے ہر موضوع کے الگ الگ تراشے موجود ہیں کئی اہم شخصیات جب بیت الحکمت کے دورے پر گئیں تو اپنے بارے تراشوں (clippings) کے فائل دیکھ کر حیراں رہ گئیں یہاں پر ایک سکیشن میں معروف اہل علم وقلم کے ہاتھوں لکھے اصل مسودے بھی موجود ہیں اس کے علاوہ قران حکیم کے نادر و نایاب نسخوں کا بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے مختلف ملکی سربراہان کی تقاریر کا باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے جو اخبارات میں شائع ہوتا رہا- اس کے علاوہ ادبی سائنسی علمی سیمینارز میں جو مقالے پڑھے جاتے ہیں ان کو محفوظ کر لیا جاتا پر مسلمانوں کے دور عروج میں بغداد میں بیت الحکمت قائم ہوا تھا جو دنیائے علم وحکمت کا مرکز رہا پاکستان میں قائم ہونے والا مدنیۃ الحکمہ میں بیت الحکمت کا کام ایک فرد نے اور وہ ذاتی سرمایہ سے کیا ہے

اس کے بعد اسکالرز ہاوس (بیت العلما) بنا جس میں تحقیق کے لئے بیرون ملک سے آنے والوں کے لئے رہنے کے لئے بین الاقوامی معیارات کی سہولتیں ہیں- یہ بین الاقوامی اجتماعات کے وفود کے لئے خدمات فراہم کرتا ہے

پھر ہمدرد پبلک اسکول کی تعمیر کا اغاز ہوا اور اس وقت کے صدر ضیاالحق نے پانچ ہزار بچوں کی موجودگی میں سنگ اساس رکھا جبکہ مارچ 1990 میں اس، اسکول میں پرائمری کلاسز کے داخلے شروع ہو گئے یہ اسکول کوء ایک سوا یکٹر پر مشتمل ہے اور عالمی معیارات کا حامل ہے ہر بلاک میں ساٹھ کلاسز روم ہیں اب تو اس، اسکول کو شام کی کلاسز کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے قریبی گوٹھوں کے بچوں کے لئے یہ خصوصی وظیفہ اسکول جس میں کتابیں، یونی فارم ہمدرد فاونڈیشن مہیا کرتا ہے اس کے بعد مسجد کا قیام بھی لایا گیا جس کا نام مسجد ابو حسینین ہے اس کا سنگ اساس اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے 25 اگست 1987 رکھا- اس میں پانچ ہزار سے زیادہ افراد کی نماز کا اہتمام ہے ہزاروں بچوں پر مشتمل ہمدرد پبلک اسکول اور ہمدرد ویلج اسکول پاکستان کے چند اسکولوں میں سے ہیں ان کے ساتھ ایک بڑا امپلکس ہے جو حکیم صاحب کے دوست اور اس وقت کے سعودی وزیر تیل شیخ ذکی یمانی نے بنوایا تھا ساتھ ہی بچوں کے لئے پارک ہے جس کا نام سندھ کے معروف صوفی اور روحانی شخصیت بلاول کے نام پر بلاول اسٹیڈیم ہے جس کا افتتاح اس وقت کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کیا جس میں بچوں کے لئے جہاز، ریل گاڑی، فوجی ٹینک اور اسی نوعیت کی اشیا ہیں۔

عبدالمعید ہال بھی ہے جس میں بیک وقت تین ہزار سے زیادہ افراد کی نشست کی گنجائش ہے یہ ہمدرد انڈیا کے چیف متولی عبدالمعید کے انتقال پر ان کے نام سے بنایا گیا تھا- طلبہ اور مدینۃ الحکمہ کے رہائشیوں کے لئے اسپورٹس جمنازیم تمام سہولتوں کے ساتھ موجود ہے اس کے علاوہ سنٹر فار ہارٹی کلچر ہے۔

ایک روز مطب کے دوران کچھ احباب سعیدائے اپنے طبی مشورہ کے بعد مدینۃ الحکمہ بارے اپنے تاثرات بیان کرنے لگے جب وہ رخصت ہوے تو میں نے پوچھا کہ حکومت کے تعاون کی کیا صورت حال ہے تو حکیم صاحب نے بتایا کہ مدینۃ الحکمہ کے اولین معمار و معاون وہ عظیم پاکستانی ہیں جنہیں ہمدردان ہمدرد کہنا مناسب ہوگا جو مصنوعات ہمدرد خرید تے ہیں۔

شہید حکیم محمد سعید کی مدینۃ الحکمہ سے دلچسپی کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ شہادت سے تین ماہ قبل اپنے معمول کے مطب لاہور کے لئے تشریف لائے تو مطب میں ان کے ایک ہم جماعت تشریف لائے ان سے بات چیت اور طبی مشورہ دینے کے بعد فرمانے لگے۔

"میں نے 1940 میں مطب شروع کیا تھا دو سال بعد 2000 میں مجھے ساٹھ سال ہو جائیں گے تو مطب سے ریٹائرمنٹ لے لوں گا اور مطب اپ لوگ سنبھالیں گے پھر میری تمام توجہات کا رخ مدینۃ الحکمہ ہوگا"

اسی طرح ایک بار مدینۃ الحکمہ کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے مدینۃ الحکمہ کے مقاصد تعلیم، تحقیق اور خدمت ہے۔

شہید حکیم محمد سعید قدیم اور جدید تعلیم میں الجھنے کی بجائے یہ خیال رکھتے تھے کہ ان دونوں کے امتزاج سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اسی مقصد کے لئے شہر علم ثقافت مدینۃ الحکمہ بنایا مدینۃ الحکمہ میں سب اہم ادارہ ہمدرد یونیورسٹی ہے۔

شہید حکیم محمد سعید تعمیر پاکستان میں پیش پیش رہے اور اپنا میدان عمل علم وحکمت کو بنایا اس حوالے سے جو اصول دیئے ان میں پاکستان سے محبت کرو پاکستان کی تعمیر کرو، پڑھو اور پڑھاو، جاگو اور جگاو، سائنس پڑھو آگے بڑھو

ان کی کاوشیں رنگ لا رہی ہیں ان کے حکیمانہ خیالات اور اقوال ہماری فکر وعلم کی راہوں کو روشن کرتے ہیں بلاشبہ حکیم کا، قائم کردہ مدینۃ الحکمہ تاریخ پاکستان کا روشن باب ہے اور اس مثال کے حوالے سے کوءان کا ثانی نہیں ہے۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

اے آئی کی نئی دنیا میں کتاب اپنا وجود برقرار رکھ پائے گی یا نہیں؟

حرفِ سحر

Rukhsana Sehar
رخسانہ سحر

دنیا تیزی سے بدل رہی ہے۔ ٹیکنالوجی نے انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ کبھی معلومات کے حصول کے لیے کتابوں کی الماریاں کھنگالنی پڑتی تھیں، لائبریریوں کا رخ کرنا پڑتا تھا، کئی کئی گھنٹے کسی ایک موضوع پر تحقیق میں صرف ہوتے تھے، مگر آج مصنوعی ذہانت چند لمحوں میں ہمارے سامنے معلومات کا ایک وسیع سمندر کھول دیتی ہے۔

ایک سوال مگر مسلسل ہمارے سامنے کھڑا ہے:

اے آئی کی اس نئی دنیا میں کتاب اپنا وجود برقرار رکھ پائے گی یا نہیں؟

یہ سوال محض کتاب کے کاغذی وجود کا سوال نہیں۔ یہ سوال ہماری فکری تربیت، ہماری تہذیبی شناخت، ہماری یادداشت اور ہماری آنے والی نسلوں کے ذہنی مستقبل کا سوال ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی نئی ایجاد سامنے آئی، پرانے ذرائع کے خاتمے کی پیش گوئیاں کی گئیں۔ ریڈیو آیا تو اخبار کے مستقبل پر سوال اٹھے، ٹیلی ویژن آیا تو ریڈیو کے خاتمے کی بات ہوئی، کمپیوٹر آیا تو کاغذ کے مستقبل پر خدشات ظاہر ہوئے۔ مگر

کتاب ہر بار اپنی نئی صورت کے ساتھ زندہ رہی۔

آج بھی کتاب ہمارے سامنے ہے، البتہ اس کے مقابلے میں ایک ایسی ٹیکنالوجی ضرور موجود ہے جو غیر معمولی رفتار سے ہماری عادتیں تبدیل کر رہی ہے۔

مصنوعی ذہانت سوالوں کے جواب دیتی ہے، معلومات فراہم کرتی ہے، خلاصے تیار کرتی ہے، ترجمے کرتی ہے اور تخلیقی کاموں میں بھی مدد دیتی ہے۔ لیکن یہاں ایک بنیادی حقیقت نظر انداز نہیں کی جانی چاہیے کہ اے آئی کے پاس موجود علم انسانی علم ہی سے تشکیل پاتا ہے۔ اور انسانی علم کی ایک بڑی بنیاد کتاب ہے۔

کتاب جڑ ہے، اے آئی اس علم تک پہنچنے کا ایک نیا راستہ۔

لہٰذا اصل مقابلہ شاید کتاب اور اے آئی کے درمیان نہیں، بلکہ گہرے مطالعے اور فوری معلومات کی عادت کے درمیان ہے۔

یہیں سے ہماری تشویش شروع ہوتی ہے۔

آج ہمارے گھروں میں بچے موبائل فون کو بہت جلد سمجھ لیتے ہیں، مگر کتاب کے صفحات پلٹنے میں ان کی دلچسپی کم ہوتی جا رہی ہے۔ انگلیاں اسکرین پر تیزی سے چلتی ہیں، مگر ایک کتاب کے صفحے پر چند منٹ ٹھہرنا مشکل محسوس ہوتا ہے۔ مختصر ویڈیوز چند سیکنڈ میں ہماری توجہ حاصل کر لیتی ہیں، لیکن چند سو صفحات کی کتاب ہمیں طویل لگنے لگتی ہے۔

ہم نے بچوں کو معلومات تو دے دی ہیں، مگر کیا ہم نے انہیں مطالعے کی عادت بھی دی ہے؟

یہ سوال والدین، اساتذہ اور پورے معاشرے کے سامنے ہے۔

ایک بچہ جب کتاب پڑھتا ہے تو صرف الفاظ نہیں پڑھ رہا ہوتا۔ وہ اپنے اندر ایک دنیا تعمیر کر رہا ہوتا ہے۔ وہ کرداروں کے ساتھ سفر کرتا ہے، مختلف زندگیوں کو سمجھتا ہے، سوال اٹھاتا ہے، جواب تلاش کرتا ہے، تصور کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسرے انسان کے احساس کو محسوس کرنا سیکھتا ہے۔

مگر جب ہم ہر سوال کا جواب فوراً موبائل یا اے آئی سے حاصل کر لیتے ہیں تو کہیں نہ کہیں تلاش کا وہ سفر مختصر ہو جاتا ہے جس سے ذہنی پختگی پیدا ہوتی ہے۔

ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ معلومات اور دانش ایک چیز نہیں۔

معلومات ہمیں بتاتی ہے کہ کیا ہے؛ مطالعہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ کیوں ہے۔

اور یہی فرق کتاب کو آج بھی اہم بناتا ہے۔

مجھے حال ہی میں شاعر، ناشر اور کتاب دوست شخصیت ارشد ملک سے ملاقات کا موقع ملا۔ کتابوں کے حوالے سے ہونے والی گفتگو محض کتابوں تک محدود نہیں رہی بلکہ اس سوال تک جا پہنچی کہ ہماری نئی نسل کا کتاب سے رشتہ کہاں جا رہا ہے۔

وہ شخص جو کتابوں کو صرف شائع نہیں کرتا بلکہ ان کے وجود، ان کی خوشبو اور ان کے تہذیبی کردار کو محسوس کرتا ہے، اس سے کتاب کے مستقبل پر گفتگو اپنے اندر ایک الگ ہی کیفیت رکھتی ہے۔

باتوں باتوں میں ان کی ایک منتخب کتاب "ہمیں سب سے جدا رکھنا" کا ذکر بھی ہوا۔ کتابوں کے نام، ان کے موضوعات اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی سوچ پر گفتگو کرتے ہوئے مجھے محسوس ہوا کہ کتاب سے محبت دراصل صرف کتاب رکھنے کا نام نہیں، بلکہ خیال کی حفاظت کا نام ہے۔

اسی طرح طارق منظور طارق جیسے کتاب اور فن سے محبت رکھنے والے لوگ بھی ہمیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ کتاب آج بھی محض ایک شے نہیں، ایک تہذیبی وابستگی ہے۔ ایسے لوگ کتاب کو خریدتے، پڑھتے اور دوسروں تک پہنچاتے ہیں تو دراصل وہ ایک فکری روایت کو زندہ رکھتے ہیں۔

لیکن ایسے کتاب دوست لوگوں کی موجودگی کے ساتھ

ISSN # : 3080-9746

ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ہمارے گھروں میں کتاب کہاں ہے؟

کیا بچوں کے کمرے میں کتابوں کی کوئی الماری ہے؟

کیا والدین اپنے بچوں کو کتاب تحفے میں دیتے ہیں؟

کیا گھر میں کبھی یہ گفتگو ہوتی ہے کہ "آج کون سی کتاب پڑھی؟"

یا ہماری تمام گفتگو موبائل کی اسکرین، ویڈیوز، گیمز اور سوشل میڈیا کے گرد گھومتی ہے؟

یہ منظر صرف ایک گھر کا نہیں، ہمارے اجتماعی رویے کا آئینہ ہے۔

ہم بچوں کو مہنگے موبائل خرید کر دے دیتے ہیں، تیز رفتار انٹرنیٹ فراہم کرتے ہیں، جدید ترین گیجٹس کے لیے اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں، مگر جب کتاب خریدنے کی باری آتی ہے تو اکثر ہمیں وہ غیر ضروری خرچ محسوس ہونے لگتی ہے۔

یہ تضاد ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

ہم اپنے بچوں کو دنیا کی ہر سہولت دینا چاہتے ہیں، مگر کیا

ہم انہیں سوچنے کی سہولت بھی دے رہے ہیں؟

اے آئی آنے والے وقت کا ایک اہم حصہ ہے۔ ہم اسے روک نہیں سکتے اور نہ روکنا چاہیے۔ بچوں کو اس ٹیکنالوجی سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر اے آئی بچے کے لیے سوچنے کی جگہ خود سوچنے لگے، اگر سرچ انجن تحقیق کی جگہ لے لے اور اگر خلاصہ پوری کتاب کی جگہ لے لے تو ہمیں رک کر سوچنا ہوگا کہ کہیں ہم اپنے بچوں کو سہولت دیتے دیتے ان کی فکری محنت تو نہیں چھین رہے؟

ہمیں اے آئی سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس کے استعمال کا شعور پیدا کرنا ہوگا۔

بچے کو یہ سکھانا ہوگا کہ اے آئی سے سوال ضرور کرو، مگر کتاب بھی کھولو۔ جواب ضرور تلاش کرو، مگر خود بھی سوچو۔ خلاصہ ضرور دیکھو، مگر اصل کتاب سے بھی گزرو۔

کیونکہ کتاب انسان کو صرف جواب نہیں دیتی، وہ اسے سوال کرنا سکھاتی ہے۔

اور سوال کرنے والا ذہن ہی زندہ ذہن ہوتا ہے۔

کتاب کی سب سے بڑی طاقت شاید یہی ہے کہ وہ قاری کو خاموشی میں اپنے ساتھ بٹھاتی ہے۔ نہ کوئی نوٹیفکیشن، نہ کوئی اشتہار، نہ کوئی تیز رفتار تصویر۔ صرف انسان، الفاظ اور خیال۔

کتاب کے ساتھ گزارا ہوا وقت شاید آج کی تیز رفتار دنیا میں سب سے قیمتی وقت ہے۔

ایک کتاب پڑھتے ہوئے ہم دراصل اپنے آپ سے بھی ملاقات کرتے ہیں۔

کبھی کسی کردار میں اپنا عکس دکھائی دیتا ہے، کبھی کسی شاعر کا شعر ہمارے اندر برسوں سے سوئے ہوئے احساس کو جگا دیتا ہے، کبھی کسی افسانے کا دکھ ہمیں کسی دوسرے انسان کے درد کے قریب لے جاتا ہے۔ یہی مطالعہ انسان کو صرف ذہین نہیں بلکہ حساس بھی بناتا ہے۔

اور شاید ہماری موجودہ دنیا کو سب سے زیادہ اسی حساسیت کی ضرورت ہے۔

اس لیے اے آئی کے آنے سے کتاب کا مستقبل ختم نہیں ہوتا۔ البتہ کتاب پڑھنے والے انسان کا مستقبل ضرور ہماری توجہ چاہتا ہے۔

اگر ہم نے بچوں کے ہاتھ سے کتاب چھین کر ہر وقت اسکرین تھما دی، اگر ہم نے انہیں خاموشی میں بیٹھنے، سوچنے اور پڑھنے کا ہنر نہ سکھایا تو آنے والی نسل معلومات سے بھری ہوئی مگر فکری طور پر بے چین نسل بن سکتی ہے۔

ہمیں بچوں کے لیے صرف ڈیجیٹل دنیا نہیں، کتابوں کی ایک حقیقی دنیا بھی آباد کرنی ہوگی۔

گھروں میں چھوٹی چھوٹی لائبریریاں بنانی ہوں گی۔ بچوں کو کتاب تحفے میں دینی ہوگی۔ اسکولوں میں صرف نصابی کتاب نہیں، غیر نصابی مطالعے کی روایت پیدا کرنا ہوگی۔ والدین کو خود بھی کتاب پڑھتے ہوئے نظر آنا ہوگا، کیونکہ بچے نصیحت سے زیادہ مثال سے سیکھتے ہیں۔

اگر ماں کے ہاتھ میں ہر وقت موبائل اور باپ کے ہاتھ میں صرف ریموٹ ہوگا تو بچے سے کتاب پڑھنے کی توقع شاید بے معنی ہوگی۔

بچے وہی دنیا آباد کرتے ہیں جو ہم ان کے سامنے آباد کرتے ہیں۔

اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ کتاب زندہ رہے تو ہمیں کتاب کو صرف الماری میں نہیں، اپنی زندگی میں جگہ دینا ہوگی۔

ممکن ہے آنے والے وقت میں کاغذی کتاب کم ہو جائے، ممکن ہے ای بک زیادہ مقبول ہو جائے، ممکن ہے کتاب موبائل اور ٹیبلٹ کی اسکرین پر منتقل ہو جائے۔ مگر جب تک انسان کے اندر جاننے، سمجھنے، محسوس کرنے اور سوال کرنے کی خواہش زندہ ہے، کتاب بھی زندہ رہے گی۔

اور شاید مستقبل میں کتاب اور اے آئی ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون ہوں گے۔

اے آئی ہمیں معلومات تک تیزی سے پہنچائے گی اور کتاب ہمیں معلومات کے اندر چھپی ہوئی فکر تک لے جائے گی۔ اے آئی رفتار دے گی، کتاب گہرائی۔

اے آئی سہولت دے گی، کتاب شعور۔

اور شاید یہی وہ توازن ہے جس کی ہمیں آنے والے زمانے میں سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔

اس لیے سوال یہ نہیں کہ کتاب بچے گی یا نہیں؟

اصل سوال یہ ہے:

کیا ہم اپنے بچوں کے اندر کتاب کے لیے جگہ بچا پائیں گے؟

کیونکہ کتابیں تب نہیں مرتیں جب ٹیکنالوجی ترقی کرتی ہے؛ کتابیں تب مرتی ہیں جب انسان پڑھنا چھوڑ دیتا ہے۔ اور اگر ہم نے اپنے بچوں کے ہاتھ میں موبائل کے ساتھ ایک کتاب بھی تھما دی، اگر ہم نے انہیں اسکرین کے ساتھ صفحات کی دنیا بھی دکھا دی، اگر ہم نے انہیں یہ احساس دے دیا کہ علم صرف ایک کلک کا نام نہیں بلکہ ایک مسلسل سفر ہے، تو یقین رکھیے

اے آئی کی کتنی ہی نئی دنیائیں کیوں نہ آباد ہو جائیں، کتاب اپنی دُنیا کبھی نہیں کھوئے گی۔

ISSN # : 3080-9746

کونسلوں کے مالی معاملات پر سنگین سوالات

انجینئر بخت سید یوسفزئی
engr.bakht@gmail.com

برطانیہ میں مقامی کونسلیں شہریوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے اور عوام سے وصول کیے جانے والے ٹیکس کو درست اور شفاف انداز میں خرچ کرنے کی ذمہ دار ہیں، لیکن مختلف کونسلوں سے سامنے آنے والے حالیہ اور سابقہ معاملات نے سرکاری اداروں میں نگرانی، مالی نظم وضبط اور جواب دہی پر سنجیدہ سوالات اٹھا دیے ہیں۔

مختلف علاقوں میں مالی بے ضابطگیوں، سرکاری معاہدوں، عوامی رقم کے استعمال اور انتظامی فیصلوں سے متعلق تحقیقات جاری رہتی ہیں۔ بعض معاملات میں دھوکا دہی کے شواہد سامنے آئے، جبکہ کچھ واقعات میں تحقیقات کے باوجود بدعنوانی ثابت نہیں ہوئی۔

یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ کسی شخص یا ادارے کے خلاف تحقیقات شروع ہونا جرم ثابت ہونے کے برابر نہیں۔ ہر معاملے میں شواہد جمع کیے جاتے ہیں، متعلقہ افراد کا مؤقف سنا جاتا ہے اور جہاں ضروری ہو وہاں عدالت حتمی فیصلہ کرتی ہے۔

مقامی حکومتوں کے حوالے سے سب سے بڑا سوال عوامی رقم کا ہے۔ برطانیہ کے شہری بھاری مقدار میں ٹیکس ادا کرتے ہیں اور انہیں یہ توقع ہوتی ہے کہ ان کی رقم سڑکوں، صفائی، رہائش، بچوں کی نگہداشت، سماجی خدمات اور دیگر ضروری کاموں پر دیانت داری سے خرچ ہوگی۔

حالیہ عرصے میں مختلف کونسلوں میں سرکاری معاہدوں سے متعلق بھی سوالات اٹھے ہیں۔ بعض معاملات میں حساس معلومات کے غیر مجاز افراد تک پہنچنے کی تحقیقات ہوئیں، جبکہ بعض جگہوں پر یہ جانچ کی گئی کہ بڑے مالی فیصلے کس طریقے سے کیے گئے تھے۔

اگرچہ ہر انتظامی غلطی کو بدعنوانی قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن سرکاری اداروں میں معمولی غفلت بھی بڑے مالی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی لیے بڑے معاہدوں اور اہم فیصلوں کی مکمل دستاویزات اور آزادانہ جانچ انتہائی ضروری ہے۔

انگلینڈ میں بچوں کی نگہداشت کا شعبہ بھی شدید دباؤ کا شکار ہے۔ حالیہ تحقیقات میں سامنے آیا کہ کونسلوں نے ایسے بچوں کے لیے غیر رجسٹرڈ رہائشی انتظامات پر تقریباً 250 ملین پاؤنڈ خرچ کیے جن کے لیے مناسب منظور شدہ نگہداشت کی جگہیں دستیاب نہیں تھیں۔

رپورٹ کے مطابق تقریباً 1800 ایسے انتظامات کیے گئے جن میں بچوں کو غیر رجسٹرڈ رہائشی مقامات پر رکھا گیا۔ اس معاملے میں صرف عوامی رقم کا سوال نہیں بلکہ ان بچوں کی حفاظت، تعلیم اور مستقبل بھی براہ راست متاثر ہوتا ہے۔

بعض کونسلوں کا مؤقف ہے کہ مناسب رہائشی جگہوں کی شدید کمی نے انہیں مشکل فیصلے کرنے پر مجبور کیا۔ تاہم سوال یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کیوں ہوئے اور اتنی بڑی رقم خرچ ہونے کے باوجود مؤثر نگرانی کیوں نہ ہوسکی۔

کونسلوں کے مالی معاملات میں دھوکا دہی بھی ایک مستقل مسئلہ ہے۔ بعض مقامات پر کونسل ٹیکس، رہائشی سہولیات اور دیگر عوامی خدمات سے متعلق غلط معلومات دے کر مالی فائدہ حاصل کرنے کی کوششوں کا سراغ لگایا گیا ہے۔

کئی کونسلوں میں باقاعدہ تفتیشی شعبے قائم ہیں جو مشتبہ دھوکا دہی کی شکایات کی جانچ کرتے ہیں۔ جہاں جرم ثابت ہوجائے وہاں رقم واپس لینے، جرمانے یا قانونی کارروائی جیسے اقدامات کیے جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کونسلوں کے خلاف سامنے آنے والی ہر شکایت بدعنوانی نہیں ہوتی۔ کئی مرتبہ کونسل کے ملازمین یا منتخب نمائندوں کے فیصلے انتظامی غلطی، ناقص منصوبہ بندی یا کمزور نگرانی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

تاہم جب مالی نقصان بہت زیادہ ہو تو معاملہ زیادہ سنگین ہوجاتا ہے۔ ماضی میں Thurrock Council سمیت بعض کونسلیں بڑے مالی فیصلوں اور سرمایہ کاری کے باعث شدید مشکلات کا شکار ہوئیں، جس کے نتیجے میں مقامی حکومت کے مالی انتظام پر ملک بھر میں بحث ہوئی۔

ایسے واقعات نے یہ سوال بھی اٹھایا کہ کونسلوں کو بڑے

ISSN # : 3080-9746

مالی خطرات مول لینے کی اجازت کس حد تک ہونی چاہیے۔ عوامی رقم کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت فوری فائدے کے بجائے طویل مدتی خطرات کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔

مقامی حکومتوں کو اس وقت مالی دباؤ کا بھی سامنا ہے۔ بڑھتے ہوئے اخراجات، سماجی خدمات کی ضرورت اور محدود وسائل نے کئی کونسلوں کے لیے بجٹ بنانا مشکل کر دیا ہے۔ ایسے حالات میں مالی بے ضابطگی کا معمولی واقعہ بھی شہری خدمات کو متاثر کر سکتا ہے۔

اسی لیے ماہرین بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کونسلوں میں آزادانہ مالی جانچ اور مضبوط نگرانی کا نظام ہونا چاہیے۔ بڑے معاہدوں کی منظوری، رقم کی ادائیگی اور سرکاری وسائل کے استعمال کا واضح ریکارڈ موجود ہونا چاہیے۔

عوامی نمائندوں اور اعلیٰ افسران کی ذمہ داری بھی بہت اہم ہے۔ اگر کوئی فیصلہ عوامی خزانے پر بڑا بوجھ ڈال سکتا ہو تو اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا اور ممکنہ خطرات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر کسی افسر یا نمائندے پر سنگین الزام سامنے آئے تو تحقیقات کو سیاسی وابستگی یا ذاتی تعلقات سے بالاتر ہو کر آگے بڑھنا چاہیے۔ قانون سب کے لیے برابر ہونا چاہیے اور عوامی عہدہ کسی کو جواب دہی سے مستثنیٰ نہیں کرتا۔

برطانیہ کے شہری اپنی کونسلوں سے صرف بہتر سہولیات نہیں بلکہ دیانت داری اور شفافیت بھی چاہتے ہیں۔ ٹیکس ادا کرنے والے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کی محنت کی کمائی کہاں خرچ ہو رہی ہے اور اس رقم کے استعمال کی نگرانی کون کر رہا ہے۔

اگر کسی کونسل میں بدعنوانی ثابت ہو جائے تو ذمہ دار افراد کے خلاف سخت قانونی کارروائی ہونی چاہیے، لیکن جہاں صرف شک یا الزام ہو وہاں انصاف کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ الزام اور جرم میں فرق برقرار رہنا چاہیے۔

اصل ضرورت ایک ایسے نظام کی ہے جس میں غلطی یا بدعنوانی سامنے آنے کے بعد کارروائی کرنے کے بجائے پہلے ہی مضبوط حفاظتی اقدامات موجود ہوں۔ شفاف خریداری، آزادانہ مالی جانچ اور باقاعدہ نگرانی بدعنوانی کے امکانات کو کم کر سکتی ہے۔

عوامی اداروں میں اعتماد ایک دن میں قائم نہیں ہوتا۔ شہری اس وقت اپنے نمائندوں پر اعتماد کرتے ہیں جب انہیں محسوس ہو کہ فیصلے کھلے انداز میں کیے جا رہے ہیں اور کسی بھی غلطی پر ذمہ داروں سے جواب طلب کیا جاتا ہے۔

مقامی حکومتیں دراصل عوام کے قریب ترین سرکاری اداروں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کے فیصلوں کا براہ راست اثر عام شہری کی روزمرہ زندگی پر پڑتا ہے، اس لیے ان کے مالی اور انتظامی معاملات میں شفافیت کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔

برطانیہ میں مختلف کونسلوں سے متعلق سامنے آنے والی تحقیقات ایک واضح پیغام دیتی ہیں کہ عوامی رقم کو امانت سمجھ کر استعمال کرنا ہوگا۔ جہاں بدعنوانی ہو وہاں سخت احتساب ضروری ہے، جہاں انتظامی کمزوری ہو وہاں اصلاحات ہونی چاہئیں، اور جہاں محض الزام ہو وہاں مکمل اور غیر جانب دارانہ تحقیقات ہونی چاہئیں۔

کسی بھی جمہوری نظام کی مضبوطی صرف قوانین سے نہیں بلکہ ان قوانین پر دیانت داری سے عمل درآمد سے ہوتی ہے۔ برطانیہ کی مقامی کونسلوں کے لیے بھی اصل امتحان یہی ہے کہ وہ عوامی پیسے کی حفاظت، شفاف فیصلوں اور مؤثر احتساب کو یقینی بنا کر شہریوں کا اعتماد مزید مضبوط کریں۔

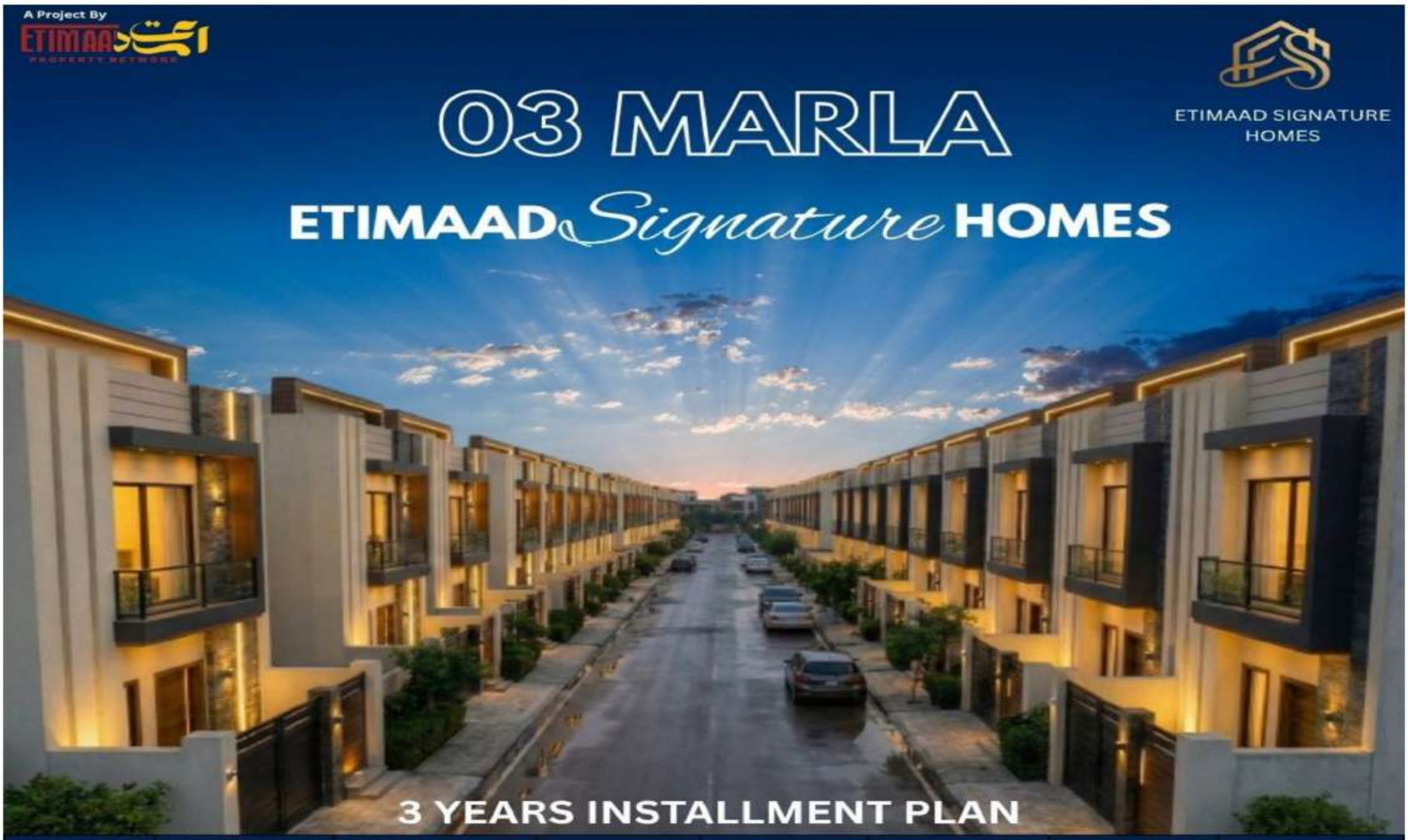

Booking	Confirmation	Monthly Installment	Digging	2nd Slab	Bi-Annual	Possession	Total price
1,200,000	1,200,000	80,000	1,200,000	1,500,000	290,000	2,280,000	12,000,000

MARYAM TOWN

ISSN # : 3080-9746

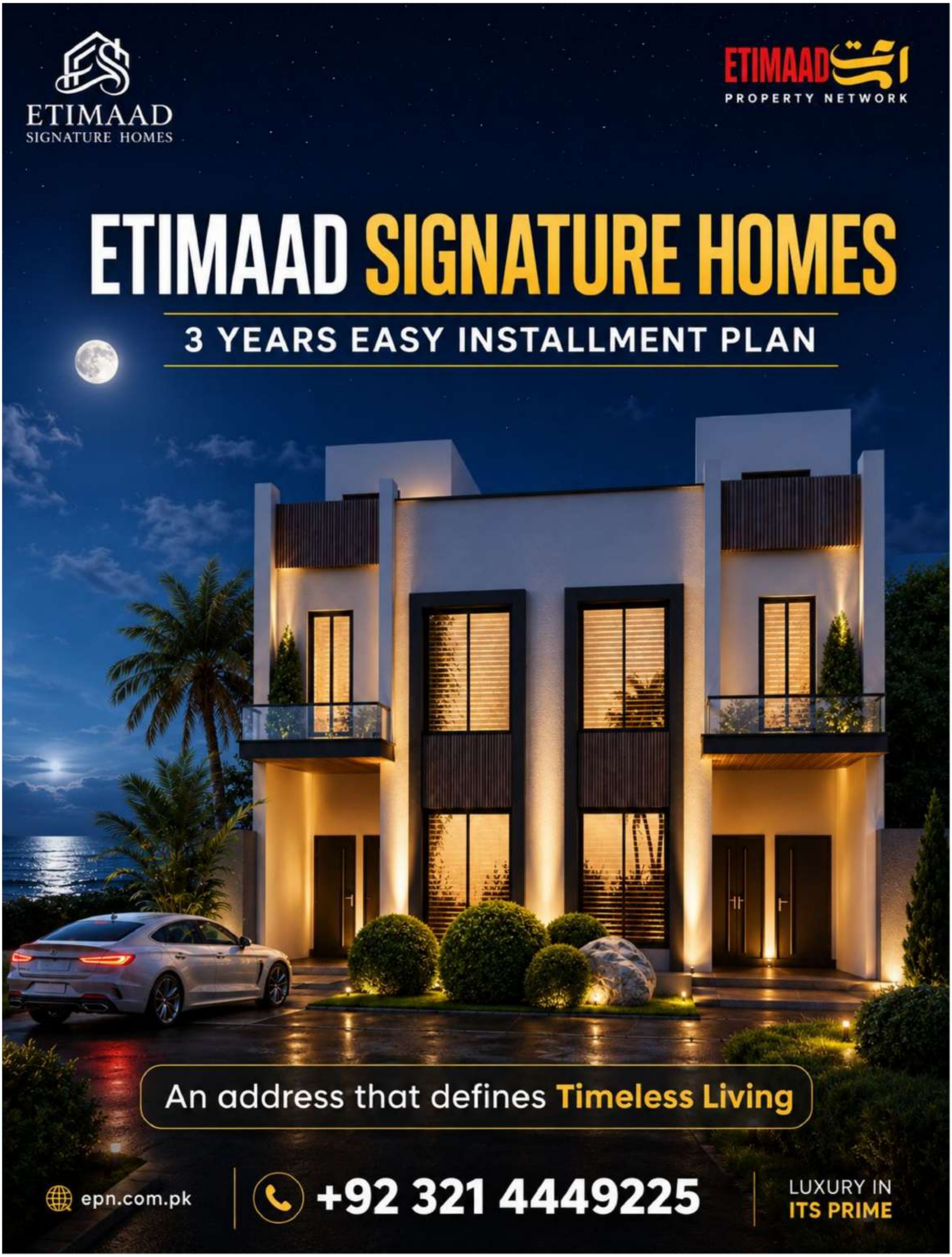

ISSN # : 3080-9746

تحریر: عدیل احمد خان، دُنیانیوز لاہور

بہاولپور کی سیاسی تاریخ میں بعض انتخابات محض انتخاب نہیں ہوتے، بلکہ وہ عوامی اعتماد، سیاسی تسلسل اور نئی قیادت کے سفر میں ایک اہم سنگِ میل بن جاتے ہیں۔قومی اسمبلی کے حلقہ این اے-168 بہاولپور کا حالیہ ضمنی انتخاب بھی ایسا ہی ایک موقع ثابت ہوا، جہاں ملک منیر اقبال چنڑ نے کامیابی حاصل کر کے قومی سیاست میں اپنے سفر کا باقاعدہ آغاز کیا۔

27 ستمبر 2026 کو ہونے والے ضمنی انتخاب میں الیکشن کمیشن کے جاری کردہ فارم 47 کے مطابق ملک منیر اقبال چنڑ نے 87,789 ووٹ حاصل کیے، جبکہ آزاد امیدوار ولی داد چیمہ نے 39,888 ووٹ حاصل کیے۔ حلقے میں ایک لاکھ 42 ہزار 320 ووٹ ڈالے گئے اور درست ووٹوں کی تعداد ایک لاکھ 40 ہزار 847 رہی۔

یہ کامیابی اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ این اے-168 کی نشست ان کے والد ملک محمد اقبال چنڑ کے انتقال کے بعد خالی ہوئی تھی۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) نے ان کے صاحبزادے ملک منیر اقبال چنڑ کو امیدوار نامزد کیا اور یوں ایک سیاسی خاندان کی عوامی خدمت کا سفر نئی نسل تک منتقل ہوا۔

عوامی اعتماد کا اظہار

کسی بھی جمہوری نظام میں اصل طاقت ووٹ کی پرچی سے نکلتی ہے۔ملک منیر اقبال چنڑ کی کامیابی کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے کہ این اے-168 کے عوام نے اپنا نمائندہ منتخب کرنے کے لیے اپنے ووٹ کا استعمال کیا۔

وزیراعظم شہباز شریف نے بھی ان کی کامیابی پر مبارک باد دیتے ہوئے اسے بہاولپور کے عوام کی جانب سے مسلم لیگ (ن) پر اعتماد کا اظہار قرار دیا۔

یہ کامیابی ملک منیر اقبال چنڑ کے لیے صرف ایک انتخابی فتح نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔قومی اسمبلی کی نشست عوام کی طرف سے ملنے والا ایسا اعتماد ہے جس کا اصل امتحان انتخاب کے بعد شروع ہوتا ہے — جب وعدوں کو عملی اقدامات میں تبدیل کرنا ہو، عوامی مسائل کو اقتدار کے ایوانوں تک پہنچانا ہو اور اپنے حلقے کی آواز کو مؤثر انداز میں پیش کرنا ہو۔

والد کی سیاسی میراث، بیٹے کی نئی منزل

ملک منیر اقبال چنڑ کے سیاسی سفر کا ایک نمایاں پہلو ان کے والد ملک محمد اقبال چنڑ کی سیاسی خدمات سے جڑا ہوا ہے۔مرحوم ملک محمد اقبال چنڑ مسلم لیگ (ن) سے وابستہ رہے اور 2024 کے عام انتخابات میں بھی این اے-168 سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔

والد کی جگہ بیٹے کا انتخابی میدان میں اترنا بلاشبہ ایک جذباتی اور سیاسی دونوں حوالوں سے اہم مرحلہ تھا۔تاہم ہر نئی نسل کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہوتا ہے کہ وہ وراثت میں ملنے والے نام کو اپنی کارکردگی، اپنے کردار اور اپنی عوامی خدمت سے ایک نئی شناخت دے۔

ملک منیر اقبال چنڑ کے لیے بھی یہی سفر اب شروع ہو چکا ہے۔

بہاولپور کی آواز بننے کا موقع

بہاولپور خطے کے اپنے مخصوص تاریخی، معاشی اور انتظامی مسائل رکھتا ہے۔ یہاں کے عوام اپنے منتخب نمائندوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ مقامی مسائل کو محض انتخابی جلسوں تک محدود رکھنے کے بجائے قومی اسمبلی کے

ISSN # : 3080-9746

پلیٹ فارم پر مؤثر انداز میں اٹھائیں۔

انتخابی مہم کے بعد ملک منیر اقبال چنڑ نے بہاولپور صوبہ بنانے کے مطالبے کو بھی قومی اسمبلی میں اٹھانے کا عندیہ دیا تھا۔

اب ان کے سامنے موقع ہے کہ وہ بہاولپور کے عوام کی توقعات، ترقیاتی ضروریات اور علاقائی مسائل کو قومی سطح پر اجاگر کریں اور اپنے حلقے کے عوام کے ساتھ براہِ راست

رابطے کو اپنی سیاسی ترجیحات کا حصہ بنائیں۔

فتح سے زیادہ اہم مستقبل کی کارکردگی

انتخابات جیتنا سیاسی سفر کا اختتام نہیں، آغاز ہوتا ہے۔ ملک منیر اقبال چنڑ کی کامیابی نے ان کے لیے قومی سیاست کا دروازہ کھول دیا ہے، لیکن آنے والے دن ان کی سیاسی پہچان متعین کریں گے۔

ایک کامیاب عوامی نمائندے کی شناخت صرف ووٹوں کی تعداد سے نہیں بنتی؛ اسے عوام تک رسائی، پارلیمانی کردار، قانون سازی میں شرکت، حلقے کے مسائل کی ترجمانی اور وعدوں پر پیش رفت سے تقویت ملتی ہے۔

این اے-168 کے عوام نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ اب ان کی نظریں اپنے نومنتخب نمائندے کی کارکردگی پر ہوں گی۔

ایک نئی سیاسی امید

ملک منیر اقبال چنڑ کے لیے یہ فتح ایک نئی ذمہ داری، ایک نیا امتحان اور ایک نئے سیاسی سفر کا آغاز ہے۔ ان کے پاس اپنے والد کی سیاسی میراث بھی ہے، پارٹی کی ذمہ داری بھی اور سب سے بڑھ کر اپنے حلقے کے عوام کا اعتماد بھی۔

بہاولپور کی دھرتی نے انہیں قومی اسمبلی تک پہنچایا ہے؛ اب وقت یہ ثابت کرے گا کہ وہ اس اعتماد کو عوامی خدمت، شائستہ سیاست اور مؤثر پارلیمانی کردار میں کس طرح ڈھالتے ہیں۔ این اے-168 کا فیصلہ ایک نئے نام کو قومی سیاست میں لے آیا ہے۔ ملک منیر اقبال چنڑ کے لیے اصل کامیابی اب یہ ہوگی کہ انتخابی فتح کو عوامی خدمت کی ایسی داستان میں تبدیل کریں جسے بہاولپور کے لوگ آنے والے برسوں تک یاد رکھیں۔

ISSN # : 3080-9746

ترکیہ میں خاندان کا تحفظ

اردوآن حکومت نے LGBTQ ایجنڈے پر کاری وار کر دیا

(Ailem Güvende) "میرا خاندان محفوظ ہے"
آپریشن کی پوری کہانی۔۔۔

خصوصی رپورٹ : شبانہ ایاز

ترکیہ میں خاندان کے تحفظ کی جنگ نے نیا موڑ لے لیا ہے۔

13 ستمبر 2026 کو ترک وزیرِ انصاف آکین گورلیک نے قوم کے سامنے جو اعلان کیا، وہ محض ایک عام پولیس کارروائی نہیں تھی۔

وہ اعلان تھا ''Ailem Güvende'' یعنی ''میرا خاندان محفوظ ہے'' آپریشن۔ پانچ صوبائی مراکز سے شروع ہو کر 15 صوبوں تک پھیلنے والی یہ کارروائی۔

نتیجہ؟ 162 مشتبہ افراد، 9 انجمنیں اور 13 کاروباری ادارے۔ سب کے خلاف عدالتی کارروائی۔

وزارتِ انصاف نے صاف صاف بتا دیا کہ تحقیقات کا دائرہ فحاشی، جسم فروشی میں معاونت، غیر قانونی مواد کی تیاری و ترسیل، منشیات اور بچوں کو ایسے مواد سے متاثر کرنے تک پھیلا ہوا ہے۔ ڈیجیٹل مواد قبضے میں لیا گیا، ویب سائٹس اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس بلاک کیے گئے، اور سب سے اہم بات— کچھ انجمنوں کو بیرونِ ملک سے آنے والے فنڈز کی چھان بین شروع کر دی گئی۔ اور ان انجمنوں میں وہ نام بھی شامل ہیں جو برسوں سے ترکیہ میں LGBTQ ایجنڈے کو فروغ دے رہے تھے۔

یہ کوئی اتفاقیہ کارروائی نہیں۔ یہ صدر رجب طیب ایردوآن کے 2026 تا 2035 ''خاندان اور آبادی کے عشرے'' اور صدارتی سرکلر 2026/4 کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ ایردوآن حکومت نے واضح کر دیا ہے کہ ترکیہ میں خاندان کا تحفظ اب ریاستی ترجیح ہے۔ بچوں، نوجوانوں اور خاندانوں کو نشانہ بنانے والی سرگرمیوں کے خلاف ریاست خاموش نہیں بیٹھے گی۔

اب ذرا بنیادی بات کی طرف آتے ہیں۔ اسلامی معاشرتی تصور میں خاندان کیا حیثیت رکھتا ہے؟ یہ کوئی ثانوی چیز نہیں۔ یہ پورے معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد ہے۔ نکاح، میاں بیوی کے حقوق، اولاد کی تربیت، والدین کا احترام— یہ سب مل کر ایک مضبوط نظام بناتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس تعلق کو یوں بیان کیا:

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے

پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔'' (سورۃ الروم:21)

اسلامی شریعت میں جنسی تعلق کا واحد جائز راستہ نکاح ہے۔ قومِ لوط کا واقعہ ہم جنس جنسی عمل کی حرمت کی سب سے واضح دلیل ہے۔ اسی بنیاد پر مسلم معاشروں کے مذہبی اور سماجی حلقے LGBTQ نظریات، ہم جنس شادی اور جدید صنفی تصورات کو روایتی خاندانی نظام کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک خاندان صرف دو افراد کا ذاتی معاملہ نہیں بلکہ نسلوں کی تربیت اور معاشرے کے مستقبل کی ضمانت ہے۔

ترکیہ جیسے ملک میں یہ تصور صرف مذہبی نہیں، ثقافتی اور تاریخی بھی ہے۔ صدیوں سے ترک معاشرہ خاندان کو استحکام کی بنیاد سمجھتا آیا ہے۔ اب جب مغربی تصورات کو زبردستی تھوپنے کی کوشش ہوتی ہے تو مزاحمت بھی پیدا ہوتی ہے۔

ترکیہ میں LGBTQ تحریک کی داستان۔۔۔

ترکیہ میں LGBTQ تنظیمی سرگرمیاں 1980 کی دہائی کے اواخر اور 1990 کی دہائی میں شروع ہوئیں۔۔ انقرہ میں Kaos GL اور استنبول میں Lambdaistanbul اس تحریک کے نمایاں نام بنے۔ 1987 میں استنبول میں ایک احتجاج ہوا۔ 1990 کی دہائی میں رسائل، مباحثے اور شہری حقوق کی سرگرمیاں تیز ہوئیں۔ 1993 میں استنبول پرائیڈ مارچ کی کوشش روک دی گئی۔ 2003 میں پہلا باقاعدہ مارچ ہوا۔ اس کے بعد یہ سرگرمیاں ترکیہ کی سماجی اور سیاسی بحث کا مستقل حصہ بن گئیں۔

حامی کہتے ہیں کہ وہ امتیاز کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں، صحت اور سماجی معاونت فراہم کر رہے ہیں اور قانونی تحفظ مانگ رہے ہیں۔ ناقدین کہتے ہیں کہ ان سرگرمیوں کے کچھ پہلو روایتی خاندانی اقدار اور اسلامی تعلیمات کے براہِ راست خلاف ہیں۔

ترکیہ میں L G B T Q حلقہ منظّم ضرور ہے، لیکن

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

خاندان اور روایتی اقدار کے تحفظ کی آواز بھی کمزور نہیں۔ 18 ستمبر 2022 کو استنبول میں ''Büyük Aile Bulusmasi'' ہوا۔ 150 سے زائد سول سوسائٹی تنظیموں نے شرکت کی۔ منتظمین نے شرکا کی تعداد تقریباً 35,000 سے زائد بتائی۔ یہ کوئی معمولی اجتماع نہیں تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ ترکیہ میں خاندانی اقدار کے دفاع کی منظّم عوامی طاقت موجود ہے۔

اب اعداد و شمار دیکھیں۔ World Values Survey 2022 کے مطابق ترکیہ میں صرف 3 فیصد لوگوں نے ہم جنس پرستی کو قابلِ جواز قرار دیا۔ 78 فیصد نے اسے ناقابلِ جواز کہا۔ Pew Research Center کے 2025 میں شائع شدہ مطالعے (جو 2024 کے سروے پر مبنی ہے) میں ترکیہ کے 87 فیصد بالغ افراد نے واضح کیا کہ اگر ان کا بچہ خود کو gay یا lesbian ظاہر کرے تو وہ اسے برداشت نہیں کریں گے۔

یہ اعداد و شمار کسی تعبیر کے محتاج نہیں۔ ترکیہ میں روایتی خاندانی اقدار کی جڑیں اب بھی گہری ہیں۔

بعض حلقے مغربی ممالک اور بین الاقوامی اداروں پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنے سماجی تصورات کو دوسرے معاشروں پر مسلط کر رہے ہیں۔ ان کے مطابق مغرب نے خود اپنا خاندانی نظام برباد کر لیا ہے اور اب مسلم معاشروں کو بھی اسی راستے پر لانے کی کوشش کر رہا ہے۔

صدر رجب طیب ایردوآن برسوں سے ترکیہ میں آبادی کی کمی اور خاندان کے استحکام پر زور دے رہے ہیں۔ حکومت نے نوجوان جوڑوں کے لیے قرضے، شادی کی معاونت، بچوں کی پیدائش پر مالی مدد اور خاندانی پالیسیاں متعارف کرائی ہیں۔ 2025 کو ''خاندان کا سال'' قرار دیا گیا۔ 2026 سے 2035 تک خاندان اور آبادی کا عشرہ حکومتی وژن کا حصہ بنایا گیا۔

اب حقیقت دیکھیں۔ TÜIK کے مطابق 2024 میں ترکیہ کی کل زرخیزی کی شرح 1.48 بچے فی عورت رہی۔ متبادل سطح 2.10 ہے۔ یہ فرق معمولی نہیں۔ کم شرح پیدائش مستقبل کی افرادی قوت، عمر رسیدہ آبادی، پنشن سسٹم، صحت اور سماجی اخراجات پر براہِ راست اثر ڈالے گی۔ اسی لیے ترکیہ میں خاندان کا موضوع اب صرف مذہبی یا ثقافتی بحث نہیں رہا۔ یہ آبادیاتی اور معاشی پالیسی کا مسئلہ بن چکا ہے۔

13 ستمبر 2026 کی کارروائی نے خاندانی پالیسی کو قانون کے دائرے میں لا کھڑا کیا۔ 162 مشتبہ افراد، 9

انجمنیں، 13 کاروباری ادارے۔ تحقیقات میں جرائم اور غیر قانونی سرگرمیوں کے الزامات شامل تھے۔ بعض انجمنوں کے بیرونِ ملک فنڈز کی جانچ بھی جاری ہے۔

14 ستمبر کو ازمیر میں اسی سلسلے کی کارروائی ہوئی۔ 18 مشتبہ افراد میں سے 16 کو حراست میں رکھا گیا، دو کو عدالتی نگرانی پر رہا کیا گیا۔ یہ بتاتا ہے کہ ''Ailem Güvende'' صرف سیاسی نعرہ نہیں بلکہ حقیقی قانونی کارروائی ہے۔

ترکیہ میں پرائیڈ مارچوں پر پابندیوں کا سلسلہ بھی پرانا ہے۔ 2015 کے بعد استنبول سمیت مختلف شہروں میں مارچ روکے گئے یا محدود کیے گئے۔ 2017 میں انقرہ گورنری نے LGBTQ تقریبات پر غیر معینہ مدت کی پابندی عائد کی۔ حکومت انہیں عوامی نظم، معاشرتی اقدار اور خاندانی حساسیت سے جوڑتی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں انہیں آزادیٔ اظہار کے خلاف قرار دیتی ہیں۔

''Ailem Güvende''

میرا خاندان محفوظ ہے،

ترکیہ میں جاری وسیع تر قومی بحث کی علامت بن چکا ہے۔ ایک طرف حکومت خاندان، بچوں اور آبادی کے تحفظ کو ریاستی ذمہ داری قرار دے رہی ہے۔ دوسری طرف LGBTQ تنظیمیں اور انسانی حقوق کے حلقے شہری آزادیوں کے سوالات اٹھا رہے ہیں۔

اسلامی نقط؟ نظر سے خاندان، نکاح، عفت اور اولاد کی تربیت بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم جنس جنسی تعلقات اور ہم جنس شادی اسلامی اصولوں کے مطابق قابلِ قبول نہیں۔ ترکیہ میں خاندان کا تحفظ اب مذہبی، ثقافتی، آبادیاتی اور قومی مسئلہ بن چکا ہے۔ ایردوآن حکومت کی یہ کارروائی اسی بڑے وژن کا حصہ ہے جو ترکیہ کو روایتی اقدار کے ساتھ مستقبل کی طرف لے جانا چاہتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جنگ صرف ترکیہ تک محدود رہے گی یا دوسرے مسلم معاشروں میں بھی اس کے اثرات نظر آئیں گے۔

AL MAALIK ART
GROUP
LAHORE - PAKISTAN
+92-311-149-1458
www.almaalikartgroup.com

ADEEL AHMAD KHAN
CEO

- BUSINESS CARD
- FAVOR BOX
- BROCHURS
- TISSUE BOX
- POSTER
- CAPS
- CERTIFICATES
- BOOKS & COPIES
- TEA MUG
- STICKERS
- ENVELOPES
- PEN
- WEDDING CARDS
- FILE FOLDER
- FLYERS
- PRICE TAG
- GOODIE BAGS
- FLEX STANDEE
- PVC CARDS
- KEY CHAIN

ISSN # : 3080-9746

فیض احمد فیض

(پیدائش:13 فروری 1911ء کے حوالے سے ان کی منتخب شاعری

مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ

میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غم دہر کا جھگڑا کیا ہے
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے
تو جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے
یوں نہ تھا میں نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے
اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا
ان گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کمخاب میں بنوائے ہوئے
جا بہ جا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے
جسم نکلے ہوئے امراض کے تنوروں سے
پیپ بہتی ہوئی گلتے ہوئے ناسوروں سے
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجے
اب بھی دل کش ہے ترا حسن مگر کیا کیجے
اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا
مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ

☆☆☆☆☆☆

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہل دل کے لیے اب یہ نظم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد
بہت ہے ظلم کے دست بہانہ جو کے لیے
جو چند اہل جنوں تیرے نام لیوا ہیں
بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں
مگر گزارنے والوں کے دن گزرتے ہیں
ترے فراق میں یوں صبح و شام کرتے ہیں
بجھا جو روزن زنداں تو دل یہ سمجھا ہے
کہ تیری مانگ ستاروں سے بھر گئی ہوگی
چمک اٹھے ہیں سلاسل تو ہم نے جانا ہے
کہ اب سحر ترے رخ پر بکھر گئی ہوگی
غرض تصور شام و سحر میں جیتے ہیں
گرفت سای ? دیوار و در میں جیتے ہیں
یوں ہی ہمیشہ الجھتی رہی ہے ظلم سے خلق
نہ ان کی رسم نئی ہے نہ اپنی ریت نئی
یوں ہی ہمیشہ کھلائے ہیں ہم نے آگ میں پھول
نہ ان کی ہار نئی ہے نہ اپنی جیت نئی
اسی سبب سے فلک کا گلہ نہیں کرتے
ترے فراق میں ہم دل برا نہیں کرتے
گر آج تجھ سے جدا ہیں تو کل بہم ہوں گے
یہ رات بھر کی جدائی تو کوئی بات نہیں
گر آج اوج پہ ہے طالع رقیب تو کیا
یہ چار دن کی خدائی تو کوئی بات نہیں
جو تجھ سے عہد وفا استوار رکھتے ہیں
علاج گردش لیل و نہار رکھتے ہیں

پھر کوئی آیا دل زار نہیں کوئی نہیں
راہرو ہوگا کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات بکھرنے لگا تاروں کا غبار
لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ
سو گئی راستہ تک تک کے ہر اک راہ گزار
اجنبی خاک نے دھندلا دیئے قدموں کے سراغ
گل کرو شمعیں بڑھا دو مے و مینا و ایاغ
اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا

☆☆☆☆☆☆

فیض کے منتخب اشعار

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

☆☆☆☆☆☆

بلا سے ہم نے نہ دیکھا تو اور دیکھیں گے
فروغِ گلشن و صوتِ ہزار کا موسم

☆☆☆☆☆☆

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اُٹھا کے چلے

☆☆☆☆☆☆

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

☆☆☆☆☆☆

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں
محتسب کی خیر اونچا ہے اسی کے فیض سے

☆☆☆☆☆☆

رند کا ساقی کا مے کا خم کا پیمانے کا نام
اُس تن کی طرف دیکھو جو قتل گہِ دل ہے

☆☆☆☆☆☆

کیا رکھا ہے مقتل میں اے چشمِ تماشائی
ایسے ناداں بھی نہ تھے جاں سے گذرنے والے

☆☆☆☆☆☆

ناصحو پند گرو راہگزر تو دیکھو
چمن پہ غارتِ گلچیں سے جانے کیا گزری

☆☆☆☆☆☆

قفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے
یہ جامۂ صد چاک بدل لینے میں کیا تھا

☆☆☆☆☆☆

مہلت ہی نہ دی فیضؔ کبھی بخیہ گری نے
وہ جو اب چاک گریباں بھی نہیں کرتے ہیں

☆☆☆☆☆☆

دیکھنے والو کبھی اُن کا جگر تو دیکھو
کچھ عشق کیا کچھ کام کیا
کام عشق کے آڑے آتا رہا
اور عشق سے کام الجھتا رہا
پھر آخر تنگ آ کر ھم نے
دونوں کو ادھورا چھوڑ دیا

☆☆☆☆☆☆

وقف حرمان و یاس رہتا ہے
دل ہے اکثر اداس رہتا ہے

☆☆☆☆☆☆

تم تو غم دے کر بھول جاتے ہو
مجھ کو احساس کا پاس رہتا ہے

☆☆☆☆☆☆

ادائے حسن کی معصومیت کو کم کر دے
گناہ گار نظر کو حجاب آتا ہے

☆☆☆☆☆☆

ISSN # : 3080-9746

قبض ۔۔۔۔ اُم الامراض

حکیم حارث نسیم سوہدروی

قبض (constipation) کا شمار ان امراض میں ہوتا ہے جس کا شکار دور حاضر میں بیشتر افراد ہیں اسے عہد جدید کی تہذیب کا تحفہ کہا جائے تو زیادہ مناسب اور درست ہوگا- اس مرض کے لئے عمر اور جنس کی کوء قید نہیں ہے یعنی ہر عمر اور جنس کے لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں-

قبض کو ام لامراض کہا جاتا ہے یعنی کہ امراض کی جڑ - مسلسل قبض ہونے کی صورت کء امراض جنم لیتے ہیں - چوبیس گھنٹے میں ایک بار اجابت با فراغت نہ ہونے کو قبض کہتے ہیں قبض کی کء اقسام ہیں جن میں اجابت کا وقت پر نہ ہونا، وقت پر اجابت کا با فراغت نہ ہونا، اجابت کا دقت سے ہونا، سخت قسم کا براز خارج ہونا، دو دو تین روز اجابت کا نہ ہونا شامل ہیں اگر کسی فرد کو روزانہ بغیر ادویہ کے بروقت اجابت بافراغت ہوتی ہے تو یہ قبض نہ ہونے کی علامت ہے-

جب ہم روزانہ غذا کا استعمال کرتے ہیں تو منہ کے ذریعے حلق سے نیچے اتر کر معدہ میں جاتی ہے جہاں اس کے ہضم کا عمل شروع ہوتا ہے اور معدہ سے نکل کر چھوٹی انت میں جاتی ہے تو ہضم کا عمل تیز تر ہوجاتا ہے چھوٹی انت اسے مزید قابل ہضم بنا کر اس غذا کا ٹھوس حصہ مزید ہضم کے لئے بڑی انت کو بھیج دیتا ہے جہاں پر یعنی پانی جذب کر کے باقی حصہ فضلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو ہمارے شکم کے بائیں طرف اہستہ اہستہ حرکت کرتا ہے اور قولون (انت) کے ساتھ ساتھ اترنے لگتا ہے یہ سارا عمل ایک مکمل نظام کے تحت ہوتا ہے جس کے بعد بڑی انت کی حرکت سے یہ فضلہ خارج ہوجاتا ہے اس حرکت کو زبان طب میں حرکت دودیہ کہتے ہیں- ہر فرد میں اس حرکت اور نظام عمل کی رفتار مختلف ہوتی ہے اگر ہضم کا عمل سست ہو اور کسی سبب بڑی انت کی حرکت کم ہو تو اجابت خشک اور سخت ہو سکتی ہے اگر بڑی انت کی حرکت دودیہ جو قدرتی نظام کے تحت فضلہ کے اخراج میں مدد دیتی ہے سست یا بالکل نہ ہو تو اجابت مشکل سے ہوگی یا پھر نہیں ہوگی اس کو قبض کہتے ہیں اگر اس کا مداوانہ کیا جائے تو خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے اور کء دوسرے امراض پیدا ہو کر مسائل صحت کا باعث بن جاتی ہے

جب کسی کو قبض کا عارضہ ہوتا ہے تو طبیعت میں بے چینی، مزاج میں چڑچڑا پن اور سستی ہوجاتی ہے پیٹ میں گرانی ہوتی ہے بعض افراد میں سر درد، دل ڈوبنا (اختلاج قلب) کی شکایت ہوتی ہے بھوک درست طور پر نہیں لگتی بعض لوگ کم درد کی شکایت بھی کرتے ہیں انتوں میں فضلات جمع ہوجانے گیس ریاح پیدا ہوتے ہیں جو خارج نہ

ہونے کی صورت طبیعت میں بے چینی پیدا کرتے اور دل پر بوجھ محسوس ہوتا ہے پھر بھوک کم ہوجاتی ہے کیونکہ طبیعت تو اس وقت کھانے کے لئے امادہ ہوگی جب پہلی ہضم شدہ غذا خارج ہوجائے گی اور مزید غذا کے داخلے کی جگہ بنے گی

اب سوال یہ ہے کہ قبض کا مرض کیونکر بڑھتا جا رہا ہے بعض افراد میں اس کے اسباب انفرادی ہیں یعنی ابتدا میں اجابت کو دبانا یا پھر اجابت کی حاجت پر غفلت کرنا ہوسکتا ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے بڑی وجہ شہری زندگی میں طرز زندگی میں تبدیلی، فطری غذاوں سے دوری، فاسٹ فوڈ، جنک فوڈ کا بڑھتا ہوا استعمال، پھلوں سبزیوں کی صورت میں ریشہ (فائبر) کا استعمال کم یا ترک کردینا، فروٹ بن، کباب، شیر مال، مرغن اور تلی ہوء اشیا کا زیادہ استعمال ہے- نقص تغذئیہ کے علاوہ بعض عادات یعنی طرز زندگی بھی اس کا سبب ہے جیسا کہ غذاء اوقات میں بدنظمی، تمبا کو نوشی کا استعمال بکثرت چائے نوشی اور جذبات بھی ہاضمے کے عمل کو متاثر کرتے ہیں جس قبض کا مرض لاحق ہوجاتا ہے اس کے علاوہ جدید مشینی زندگی نے جہاں بڑی اسائشیں فراہم کی ہیں وہاں صحت کے مسائل بھی پیدا کئے ہیں صبح سویرے اٹھنے اور سیر کا رواج ختم ہوگیا ہے ورزش کا فقدان اور پانی کا کم استعمال نے بھی قبض کے مرض کے متاثرین میں اضافہ کیا ہے اج کمپیوٹر کا دور ہے لوگ دن بھر نشست کرتے ہیں- چلنے پھرنے کا دور گذر گیا ہے- جس کا نتجہ یہ ہوا ہے کہ انتوں کی حرکت دودیہ جو فضلہ کو باہر دھکیلتی ہے اس کی اخراجی قوت کم ہوجاتی ہے یا ختم ہوجاتی ہے جس قبض کا مرض پیدا ہوجاتا ہے- ایک زمانہ تھا بلکہ ابھی کل کی بات ہے کہ بچے اور نوجوان کچی سبزیاں اور پھل کھاتے تھے گلی محلوں اور میدانوں میں کھلیتے تھے مگر اب کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور پھر موبائل پر سوشل میڈیا نے یہ تمام جسمانی سرگرمیاں

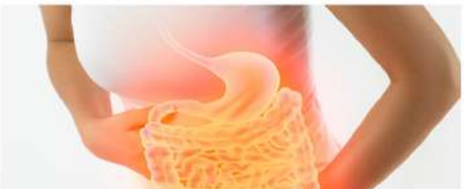

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

ختم کردی ہیں غذاء عادات بدل گئیں طرز زندگی بدل گیا گندم کے بھوسی والے اٹا کی جگہ بھوسی کے بغیر فلور ملوں کے میدہ والے نے لے لی ہے اس ارام طلبی اور قدرت سے دوری نے بھی قبض کے مرض میں اضافہ کیا ہے قبض کا مرض بڑھنے سے اور اس کا جو لوگ مدوا نہیں کرتے پھر وہ بواسیر کا شکار ہوجاتے ہیں جو کہ تکلیف دہ مرض ہے- صحتی شعور نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اکثر حاملہ خواتین اس مرض کا شکار ہوجاتی ہیں کیونکہ حمل کی صورت ساتویں ماہ کے بعد بچہ دانی کے بوجھ سے انتیں دب جاتی ہیں اور اکثر خواتین قبض کا شکار ہوجاتی ہیں اگر شعور صحت ہو اور اگاہی ہو تو مناسب تدابیر سے بچا جاسکتا ہے۔

قبض کے مرض سے بچاو کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو ابتداء عمر سے ہی صحت مند عادات کا شعور پیدا کا جائے- یعنی اجابت کے لئے وقت مقرر کیا جائے اس حوالے سے والدین پر بھاری اور اہم ذمہ داری ہے ط قبض کشا ادویہ کا اصل کام مرض کو وقتی افاقہ ہوتا ہے کیونکہ مریض کو جو جسمانی اور ذھنی عوارضات ہوتے ہیں ان سے نجات مل جاتی ہے لوگ اسان طریقہ جانکر ان ادویہ کے عادی ہوجاتے ہیں دوسری ادویہ کی طرح ان کے بھی مضر اثرات ہوتے ہیں کیونکہ ان ادویہ کے استعمال سے انتوں میں بل پڑنے سے جسم میں پانی کی کمی ہوجاتی ہے جس کے نتجہ میں انتوں کے ریشوں وعضلات کو نقصان ہوتا ہے دوسری اہم بات یہ ہے کہ قبض کی ادویہ ہمیشہ معالج کے مشورے سے لی جاہیں کیونکہ ہو فرد کے مسائل الگ نوعیت کے ہوتے ہیں ابتدا میں ہلکی تدابیر مثال کے طور پر اٹے کی بھوسی یا بغیر چھنا اٹا لیں اور غذا میں پھل سبزیاں ریشہ سمیت ساگ پات، جن میں شاںلجم، گھیا، توری، ٹینڈا، کدو کریلا اور کھانے کے ساتھ دوپہر کو سلاد ایک پلیٹ کھاہیں تو مسئلہ حل ہوسکتا ہے امرود، گاجریں، مولی اور تمام موسمی پھل فائدہ مند ہیں اگر انتوں کی حرکت دودیہ سست ہو تو ترپھلہ اور ہڑ ہڑ سیاہ کا مربہ مفید تدبیر ہے

*قبض سے بچاو کی تدابیر

قبض سے مخفوظ رھنے کے لئے اور انتوں کی حرکت درست رکھنے کے لئے ریشہ (فائبر) کا استعمال زیادہ کریں اور اپنی خوراک میں فائبر سپلیمنٹس جو کہ فائبر سے بھر پور ہوں بڑھا دیں۔ *روزانہ اٹھ دس گلاس پانی پئیں زیادہ پانی کا پینا اجابت کو نرم اور انتوں کی حرکت ارام دہ ہوتی ہے ۔* صبح وشام ہلکی ورزش کریں ورزش سے اعصاب کو طاقت ملتی اور غذا کے اخراج کا عمل تیز ہوتا ہے جس سے انتیں متحرک ہوتی ہیں اوع انتیں کو حرکت درست ہوتی ہے جس سے قبض میں فائدہ ہوتا ہے رات کھانے کے بعد تھوڑی چہل قدمی ضرور کریں۔

*دلیا:

یہ پروٹین کا موثر ذریعہ ہے جو قبض سے مخفوظ رکھنے میں مددد ہتا ہے یہ میگنشیم کا بھی موثر ذریعہ ہے جو کہ قدرتی طور پر قبض دور کرتا ہے بزرگوں کو خاص کر اپنی خوراک میں رکھنا چاھئیے-

*انجیر: انجیر میں فائبر بہت بڑی مقدار ہوتی ہے یہ خشک پھل نظام ہضم کو درست رکھتا ہے اور حیرت انگیز قبض کشا ہے اس کے چند دانے ہی قبض میں بہت اچھے نتائج دیتے ہیں-

*سیب:

سیب میں پیکٹین کی بڑی مقدار ہوتی ہے جو انتوں کے نظام کو درست رکھنے۔ میں مدد گار ہے اس میں دوسرے پھلوں کے مقابل فرکٹوزز یادہ ہوتا ہے

*پودنیہ اور ادرک کی چائے:

پودنیہ اور ادرک میں موثر انزائم ہوتے ہیں جو نظام ہضم کی اصلاح کرتے ہیں اس طرح یہ قبض ختم کرنے میں معاون ہے

*شہد:

شہد قبض دور کرنے کے لئے قدرتی تدبیر ہے یہ انٹی اکسیڈنٹس ہے دودھ میں ملا کر پینا قبض کشا ہے شہد سب سے اعلی صحت بخش غذا بھی ہے اور قبض کشا بھی ہے اس میں میگنشیم انتوں کی حرکت کو درست رکھتا ہے

* قبض کا دواء علاج

اسپغول دو چمچہ چاے والے نیم گرم دودھ کے ساتھ رات سونے قبل استعمال کرنا بھی مفید ہے

انتوں کی خشکی کی صورت گل قند عصلی چار چمچ رات سونے سے قبل دودھ سے اور روغن بادام ایک چمچہ دودھ سے رات سونے سے قبل پینا موثر تدبیر ہے-

اگر دوا کی ضرورت ہو تو روزانہ اجابت کھل کر نہ ہونے کی صورت یا دقت سے انے صورت ہمدرد کی گولیاں مفتا ایک عدد تازہ پانی سے رات سونے سے قبل لینا مفید علاج ہے۔ اگر شدید قبض ہو دو دو تین تین روز اجابت نہ ہوتی ہو تو قرص ملین ہمدرد دو عدد تاز پانی سے یا اطریفل ملین ایک چمچہ تازہ پانی سے لینا کم از کم دس روز استعمال مفید ہے جبکہ اطریفل زمانی اور اند مالی بھی موثر ادویہ ہیں مگر معالج سے مشورہ مناسب ہوگا - طب یونانی / مشرقی میں سنامکی، ہڑڑ، سقمونیا اور ہلیلہ کا صدیوں سے استعمال ہورہا ہے اب تو مغرب میں ان سے ادویہ بن چکی اور استعمال ہوتی ہیں-

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

رشتہ داروں کے حقوق

ڈاکٹر مفتی احمد رضا

انسان کی زندگی میں کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو اسے دنیا میں آنے کے ساتھ ملتے ہیں۔ ماں، باپ، بھائی، بہن، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ اور دوسرے رشتہ دار انسان خود منتخب نہیں کرتا، لیکن یہ رشتے اس کی زندگی میں محبت، شناخت، تحفظ اور سہارا بن کر آتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے رشتہ داری کو محض خاندانی تعلق نہیں سمجھا بلکہ اسے حقوق اور

إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی۔'' (النساء:36)

غور طلب بات یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم کسی الگ معاشرتی نصیحت کے طور پر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور والدین کے حقوق کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داری کی پاسداری محض تہذیبی خوبی نہیں بلکہ دینی ذمہ داری ہے۔

اسی لیے قرآن نے ایک اور مقام پر فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ

''اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو اور رشتہ داریوں کا خیال رکھو۔'' (النساء:1)

یعنی رشتہ داری کا معاملہ اللہ کے خوف سے جڑا ہوا ہے۔ جس شخص کو یہ احساس ہو کہ میرے بھائی، بہن، بیوہ بھابھی،

قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں صلہ رحمی کرے، بلکہ حقیقی صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔'' (صحیح البخاری)

یہ حدیث ہمارے خاندانی رویوں پر ایک گہری روشنی ڈالتی ہے۔ ہم اکثر رشتوں کو لین دین بنا دیتے ہیں:

''وہ میرے گھر نہیں آیا، میں کیوں جاؤں؟''

''اس نے میری مدد نہیں کی، میں اس کی کیوں کروں؟''

''اس نے بات نہیں کی، میں بھی نہیں کروں گا۔''

لیکن رسول اللہ ﷺ نے رشتہ داری کا معیار بدلہ نہیں بلکہ خیر خواہی قرار دیا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں اپنے معمول کے رویے پر نظرِ ثانی کی دعوت دیتی ہے۔

آج رشتے کیوں کمزور ہو رہے ہیں؟

پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام اب بھی ہماری

ذمہ داریوں کا ایک ایسا نظام قرار دیا ہے جس کی بنیاد محبت، خیر خواہی، تعاون اور تقویٰ پر ہے۔

مگر آج پاکستان میں خاندانی زندگی کے بدلتے ہوئے منظرنامے میں ایک سوال مسلسل اہم ہوتا جا رہا ہے: کیا ہم رشتوں کے ساتھ رہ رہے ہیں یا صرف رشتوں کے نام باقی رہ گئے ہیں؟ حالیہ کراچی کا ایک افسوس ناک واقعہ اس سوال کو مزید سنگین بنا دیتا ہے۔

رشتہ صرف تعلق نہیں، ذمہ داری ہے

قرآنِ کریم نے رشتہ داروں کے حقوق کو انسانی معاشرت کے بنیادی اصولوں میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ

یتیم بھتیجے یا کمزور رشتہ دار کا حق مجھ سے صرف خاندان نہیں بلکہ اللہ بھی پوچھے گا، اس کے رویے میں خود بخود ذمہ داری پیدا ہوتی ہے۔

صلہ رحمی کا اصل امتحان

ہم میں سے اکثر لوگ رشتہ داری کو خوشی کے مواقع سے جوڑتے ہیں۔ شادی ہو تو پورا خاندان جمع ہو جاتا ہے، عید آئے تو مبارک باد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، کسی گھر میں بچہ پیدا ہو تو سب خوش ہوتے ہیں۔ لیکن رشتہ داری کی اصل آزمائش خوشی میں نہیں، مشکل وقت میں ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا

بڑی سماجی قوت ہے، لیکن اس کے اندر کئی دباؤ پیدا ہو چکے ہیں۔ معاشی مشکلات، جائیداد کے تنازعات، وراثت کے مسائل، گھریلو اختلافات، انا، حسد، باہمی بدگمانی اور سوشل میڈیا پر پیدا ہونے والی غلط فہمیاں رشتوں میں دوریاں پیدا کر رہی ہیں۔

کے ساتھ ایک اور مسئلہ بھی ہے: ہم رشتوں سے حقوق تو چاہتے ہیں، لیکن ذمہ داریاں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ بھائی مشکل میں ہمارا ساتھ دے، مگر اس کی مشکل میں ہمارے پاس وقت نہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ بہن ہمارے گھر آئے، مگر اس کی پریشانی سننے کے لیے ہمارے پاس فرصت نہیں۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

ہم چاہتے ہیں کہ خاندان ہماری عزت کرے، مگر کسی کمزور رشتہ دار کی عزت بچانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔

یوں رشتہ باقی رہتا ہے، مگر رشتے کی روح کمزور ہوجاتی ہے۔

وراثت: جہاں محبت مفاد کے سامنے ہار جاتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں رشتہ داری کے بہت سے تنازعات کی جڑ مال اور جائیداد بھی ہے۔ بعض خاندانوں میں وراثت کی تقسیم برسوں تک تنازع کا باعث بنی رہتی ہے۔ کہیں بہن کو اس کا شرعی حصہ نہیں دیا جاتا، کہیں بیوہ کو دباؤ میں رکھا جاتا ہے، کہیں یتیم بچوں کے حصے پر قبضہ کرلیا جاتا ہے۔

قرآن نے میراث کے احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا: تِلْكَ حُدُودُ اللّٰہِ

''یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔'' (النساء:13)

یہ صرف قانونی تقسیم نہیں؛ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔

اس لیے کسی بہن کا حصہ روک کر مسجد تعمیر کرنا، کسی یتیم کا حق دبا کر صدقہ کرنا یا کسی کمزور وارث کو محروم کر کے حج و عمرہ کرنا اس بنیادی حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا کہ حقوق العباد اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ عبادت اور ظلم ایک دوسرے کا متبادل نہیں بن سکتے۔

رشتہ دار کی مدد صرف مالی مدد نہیں

رشتہ داروں کے حقوق کو صرف مالی تعاون تک محدود کرنا بھی درست نہیں۔ کسی بیمار کی عیادت، پریشان شخص کو وقت دینا، بے روزگار نوجوان کے لیے روزگار کی کوشش کرنا، بیوہ کا سہارا بننا، یتیم کی تعلیم میں مدد کرنا، کسی گھریلو تنازع میں اصلاح کی کوشش کرنا اور تنہائی کا شکار بزرگ کے پاس بیٹھ جانا بھی صلہ رحمی کی صورتیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ

''جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں رہتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

اگر یہ احساس خاندانوں میں زندہ ہوجائے تو رشتہ دار صرف تقریبات کے شریک نہیں رہیں گے بلکہ ایک دوسرے کے لیے سماجی تحفظ کا نظام بن جائیں گے۔

محبت کا مطلب اندھی حمایت نہیں

رشتہ داری کا ایک غلط تصور یہ بھی ہے کہ اپنے آدمی کی ہر صورت میں حمایت کی جائے، چاہے وہ حق پر ہو یا ظلم پر۔

اسلام اس رویے کی اجازت نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

''اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔'' (النساء:135)

یہ اسلام کے خاندانی تصور کی ایک بنیادی خصوصیت ہے: رشتہ دار کا ساتھ دو، مگر ظلم کا ساتھ نہ دو۔

اگر خاندان کا کوئی فرد غلطی کر رہا ہے تو اسے چھپانا محبت نہیں؛ اسے غلطی سے روکنا حقیقی خیر خواہی ہے۔

خاندان کو تماشائی نہیں، سہارا بننا ہوگا

ہمارے معاشرے میں ایک عجیب صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ کسی خاندان میں بحران ہو تو بہت سے لوگ واقعہ جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں، لیکن مسئلہ حل کرنے میں نہیں۔

کسی گھر میں میاں بیوی کا جھگڑا ہو تو لوگ فریق بن جاتے ہیں، مصلح نہیں۔

کسی بھائی کا کاروبار تباہ ہو تو لوگ اس کی ناکامی پر تبصرہ کرتے ہیں، لیکن اسے دوبارہ کھڑا کرنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاتے۔

کسی نوجوان کی نوکری ختم ہوجائے تو مشورے بہت ملتے ہیں، عملی مدد کم۔

کسی بیوہ یا یتیم خاندان کو مشکلات پیش آئیں تو ہمدردی کے الفاظ بہت ہوتے ہیں، مستقل سہارا کم۔

رشتہ داری کی اصل قدر اس وقت سامنے آتی ہے جب انسان دوسرے کے دکھ کو اپنا مسئلہ سمجھ کر اس کے ساتھ کھڑا ہو۔

بچوں کو صرف رشتے نہیں، رشتوں کی قدر بھی سکھانا ہوگی

خاندانوں کی اصلاح صرف بڑوں کے رویے بدلنے سے نہیں ہوگی۔ بچوں کی تربیت بھی ضروری ہے۔

ہم انہیں پڑھاتے ہیں کہ کامیاب کیسے ہونا ہے، لیکن یہ کم سکھاتے ہیں کہ کامیابی کے بعد اپنے کمزور رشتہ دار کو کیسے ساتھ لے کر چلنا ہے۔

ہم انہیں کہتے ہیں کہ اپنے حقوق حاصل کرو، مگر یہ کم بتاتے ہیں کہ دوسروں کے حقوق ادا کرنا بھی زندگی کی کامیابی ہے۔

ہمیں نئی نسل کو یہ سکھانا ہوگا کہ خاندان کوئی بوجھ نہیں، ایک ذمہ داری ہے؛ بزرگ محض پرانی نسل نہیں، تجربے کا سرمایہ ہیں؛ اور کمزور رشتہ دار خاندان کا بوجھ نہیں، خاندان کی ذمہ داری ہیں۔

ہمیں اپنے گھروں میں ایک ایسی ثقافت پیدا کرنا ہوگی جہاں رشتہ دار ایک دوسرے کی کمزوری کا فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ اسے سہارا دیں؛ جہاں اختلاف دشمنی نہ بنے؛ جہاں وراثت انصاف کے ساتھ تقسیم ہو؛ جہاں عورت کو اس کے حق سے محروم نہ کیا جائے؛ جہاں یتیم کے مال کو امانت سمجھا جائے؛ جہاں نوجوان کی ناکامی پر مذاق نہ اڑایا جائے؛ جہاں بزرگ تنہائی میں نہ چھوڑے جائیں؛ اور جہاں خاندان کا کوئی فرد مشکل میں ہو تو باقی لوگ یہ نہ کہیں کہ ''یہ اس کا مسئلہ ہے'' بلکہ یہ سوچیں کہ ''یہ ہمارے خاندان کا مسئلہ ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

» مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَىٰ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَىٰ لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّىٰ «

''مومنوں کی باہمی محبت، رحمت اور ہمدردی کی مثال ایک جسم کی مانند ہے؛ جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم، حدیث:2586)

یہ صرف فرد کی اخلاقی خوبی نہیں، ایک مکمل معاشرتی تصور ہے۔

اگر خاندان کا ایک فرد تکلیف میں ہے تو باقی افراد کا سکون بھی بے معنی ہوجانا چاہیے۔

آج پاکستان کو صرف مضبوط اداروں کی نہیں، مضبوط خاندانوں کی بھی ضرورت ہے۔ ایسے خاندان جہاں رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابل نہیں، ایک دوسرے کے معاون ہوں؛ جہاں مال رشتے سے بڑا نہ ہو؛ جہاں انا محبت پر غالب نہ آئے؛ جہاں اختلاف تعلق کو ختم نہ کرے؛ اور جہاں کمزور فرد کو یہ خوف نہ ہو کہ مشکل وقت میں وہ بالکل اکیلا رہ جائے گا۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

لومڑی اور چیل کی دوستی

کسی کے ساتھ بُرا کرنے سے پہلے سوچ لیں کہ کہیں بعد میں خود کو پچھتانا نہ پڑے

محمد ذوالقرنین حیدر

عزیز دوستو! بہت پہلے کی بات ہے ایک لومڑی ایک چیل کی سہیلی بن گئی۔دونوں میں دوستی ہو گئی اور وہ روزانہ ملنے لگے۔ایک دن لومڑی نے چیل سے کہا:'' کیوں نہ ہم پاس رہیں، پیٹ کی فکر میں اکثر مجھے گھر سے دُور رہنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرے بچے گھر میں اکیلے رہ جاتے ہیں جبکہ میرا پورا دھیان بچوں میں لگا رہتا ہے کیوں نہ تم یہیں کہیں پاس ہی رہو۔

کم از کم میرے بچوں کا تو خیال رکھو گی۔'' چیل نے لومڑی کی بات مان لی اور آخر کار کوشش کر کے رہنے کیلئے ایک پرانا پیڑ تلاش کر لیا جس کا تنا اندر سے کھوکھلا تھا۔اس میں سوراخ تھا۔دونوں کو یہ جگہ پسند آئی۔لومڑی اپنے بچوں کے ساتھ سوراخ میں رہنے لگی اور چیل نے پیڑ پر اپنا بسیرا کیا۔ کچھ عرصہ بعد لومڑی کی غیر موجودگی میں چیل جب اپنے گھونسلے میں بچوں کے ساتھ بھوکی بیٹھی تھی، اس نے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کیلئے لومڑی کا ایک بچہ اُٹھایا اور گھونسلے میں جا کر خود بھی کھانے لگی اور بچوں کو بھی کھلایا۔

جب لومڑی واپس آئی تو ایک بچہ غائب پایا۔اس نے بچے کو اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔آنکھوں سے آنسو بہانے لگی۔چیل بھی دکھاوے کا افسوس کرتی رہی۔دوسرے دن لومڑی جب جنگل میں پھر شکار کرنے گئی اور واپس آئی تو ایک اور بچہ غائب ہو گیا۔تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔اس کا ایک اور بچہ غائب ہو گیا۔چیل، لومڑی کے سارے بچے کھا گئی۔لومڑی کا چیل پر شک یقین میں بدل گیا کہ اس کے تمام بچے چیل ہی نے کھائے ہیں مگر وہ چپ رہی۔کوئی گلہ شکوہ نہیں کیا۔ ہر وقت روتی رہتی اور اللہ سے فریاد کرتی رہتی:'' اے اللہ! مجھے اُڑنے کی طاقت عطا فرما تاکہ میں اپنی دوست نما دشمن (چیل) سے اپنا بدلہ لے سکوں!''

اللہ نے لومڑی کی التجا سن لی اور چیل پر اپنا قہر نازل کیا۔ایک روز بھوک کے ہاتھوں تنگ آ کر چیل غذا کی تلاش میں جنگل میں اُڑ رہی تھی کہ ایک جگہ دھواں اُٹھتا دیکھ کر جلدی سے اس کی طرف لپکی۔دیکھا کچھ شکاری آگ جلا کر اپنا شکار بھوننے میں مصروف ہیں۔

چیل کا بھوک سے برا حال ہو رہا تھا۔بچے بھی بہت بھوکے تھے، وہ صبر نہ کر سکی، ایک جھپٹا مارا اور کچھ گوشت اپنے پنجوں میں اُچک کر گھونسلے میں لے گئی۔اُدھر بھنے ہوئے گوشت کے ساتھ کچھ چنگاریاں بھی چپکی ہوئی تھیں۔گھونسلے میں بچے ہوئے گھاس پھوس کے تنکوں کو آگ لگ گئی۔گھونسلہ بھی جلنے لگا۔

اُدھر تیز تیز ہوا چلنے لگی۔گھونسلے کی آگ نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ چیل خود کو اور اپنے بچوں کو بچا سکے۔وہ تڑپ تڑپ کر وہاں سے نیچے گرنے لگے۔لومڑی نے چیل کے نیچے گرتے ہی جھٹ سے اُسے اپنے منہ میں جکڑ لیا اور خوب چبا چبا کر اُسے کھا لیا۔اس طرح لومڑی نے اپنے بچوں کا بدلہ چیل سے لے لیا۔

حاصل کلام:'' جو دوسروں کیلئے گڑھا کھودتا ہے، خود بھی اُسی میں جا گرتا ہے۔مطلب دوسروں کو اگر کوئی نقصان پہنچائے یا مار دے تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ اُسے بھی کوئی نقصان پہنچائے گا یا مار دے گا۔اسی لئے عقلمندوں نے کہا ہے کہ کسی کے ساتھ برا کرنے سے پہلے سوچ لیں کہ کہیں بعد میں خود کو پچھتانا نہ پڑے۔''

ISSN # : 3080-9746

اکتوبر۔۔۔ پاکستان میں کرکٹ میلہ

مایوسیوں اور ناکامیوں کے گہرے بادل چھٹ سکیں گے؟

سہہ چکے ہیں بہت خزاں کے ستم
اب تو آواز دے بہار ہمیں

رپورٹ: محمد عمر

پاکستان میں کرکٹ کا شوق اور جنون کسی بھی دوسرے ملک سے کم نہیں، اس شوق کے باعث پاکستانی عوام اپنے روایتی کھیل ہاکی، کبڈی، سکواش، ریسلنگ وغیرہ کو فراموش کر چکے ہیں، ایک پانچویں جماعت کا طالب علم کبھی اپنی لکھنے والی تختی یا گھر میں کپڑے دھونے والے تھاپے کو بلا بنا کر کھیل رہا ہوتا ہے، 3 سال پہلے، جب تک محسن نقوی نے پاکستانی کرکٹ پر،، احسان،، نہیں فرمایا تھا، پاکستانی ٹیم دنیا کی

مضبوط ٹیموں میں شمار ہوتی تھی , ہماری عمر کے لوگ جب بچوں کو بتاتے ہیں کہ پاکستانی کرکٹ ٹیم انڈیا، انگلینڈ، آسٹریلیا، ویسٹ انڈیز کو ان کے ممالک میں ہراتی رہی ہے، بنگلہ دیشی ٹیم کو مسلسل 14 ٹیسٹ ہرا چکی ہے تو وہ آسانی سے یقین کرنے کو تیار نہیں ہوتے، محسن نقوی جیسے مضبوط اعصاب کا مالک عہد حاضر میں تو کوئی نہیں ہو سکتا جو اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے کسی بھی حال میں تیار نہیں کہ ان بڑی بڑی شکستوں میں کچھ قصور ان کا بھی ہو سکتا ہے وہ آج بھی اپنے ناکام ہتھیاروں، عاقب جاوید اور مائیک ہیسن پر ہی تکیہ کر رہے ہیں، انتہائی افسوس کے ساتھ ڈرتے ڈرتے عرض کر رہا

ہوں کہ ان کا بھی حوصلہ مثالی ہے جنہوں نے محسن نقوی کو کرکٹ بورڈ کا سربراہ بنایا اور پھر مڑ کر نہیں دیکھا کہ ان کے آنے سے کرکٹ کو فائدہ ہوا یا نقصان، رواں سال میں پاکستان کرکٹ ٹیم سات میں 6 ٹیسٹ میں شکست اور ٹی ٹونٹی ورلڈ کپ میں دوسرے ہی راؤنڈ میں باہر ہونے جیسے کارنامے انجام دے چکی ہے، اکتوبر میں پاکستان میں ایک ٹی ٹونٹی سیریز اور ایک سہ ملکی ون ڈے میچوں کی سیریز منعقد ہو رہی ہے، ٹی ٹونٹی سیریز سری لنکا کے خلاف کھیلی جائے گی، سری لنکا کا حال بھی پاکستان سے مختلف نہیں، وہ بھی 360

کے ھدف کے سامنے 134 رنز ہی بنا پاتی ہے , امید ہے کہ سری لنکا سے ٹی ٹونٹی سیریز پاکستان جیت جائے گا جس کے بعد جشن تو محسن نقوی اور ان کے ساتھیوں کا حق ہوگا، البتہ ون ڈے سہ ملکی سیریز میں سری لنکا کے علاوہ انگلینڈ کی ٹیم بھی ہوگی جس سے ٹیسٹ میں 3 صفر کی شکست کا زخم ابھی تازہ ہے، انگلینڈ ون ڈے اور ٹی ٹونٹی ٹیم کے کپتان ہیری بروک کا بلا ہمیشہ پاکستان کے خلاف رنز کے انبار لگاتا رہا ہے وہ اپنے کیریئر میں آدھے سے زیادہ رنز پاکستان کے خلاف اسکور کر چکے ہیں , سری لنکا کے ساتھ حالیہ سیریز میں چھکوں کی بارش میں سنچریاں بنا چکے ہیں، پاکستانی شائقین کو خاص طور دل اور

شوگر کے مریضوں کو ہمدردانہ مشورہ ہے کہ جس روز پاکستان اور اور انگلینڈ کا میچ ہو، بچوں کو آئس کریم کھلانے لے جائیں اور ٹی وی بند رکھیں، رات کو خبرنامہ میں سن لیں کہ میچ کا کیا بنا اور کسی روز پاکستان انگلینڈ سے جیت جائے تو بھی کمزور دل اور شوگر کے مریض ٹی وی سے دور ہی رہیں کیونکہ ان حالات میں اتنی بڑی خوشی ان کی برداشت سے باہر ہوگی، کرکٹ بورڈ کے بڑوں سے ایک چھوٹی سی درخواست کہ موجودہ دور میں انٹرنیشنل کرکٹ میں،، نو بال،، کا تصور بھی نہیں کیا جاتا، دنیا کی تمام ٹیموں میں ایسے باولرز موجود ہیں جنہوں نے زندگی میں کبھی نو بال نہیں کی جبکہ ہمارے ہاں ایسے شہزادے موجود ہیں جو انٹرنیشنل کرکٹ میں نو بال کی روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں، خاص طور پر اگر کوئی وکٹ حاصل کر لیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ نو بال تھی، قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے تیسرے ٹیسٹ کا آخری روز انگلینڈ کے کپتان جو روٹ کلین بولڈ ہو گئے، دنیا بھر میں مقیم پاکستانیوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، ایک امید پیدا ہو گئی لیکن یہ خوشی، یہ امید چند سیکنڈز کی مہمان ثابت ہوئی جب ایمپائر نے اشارہ کر دیا کہ وہ نو بال تھی , جس کے

بعد جو روٹ نے ٹیسٹ کو ٹی ٹونٹی بنا دیا اور چند اوورز میں میچ اپنے نام کر لیا، سب سے بڑھ کر نو بال کرنے والے باولر محمد علی کے چہرے پر دور دور تک شرمندگی کے کوئی آثار نہ تھے، وہ مطمئن تھے کہ جب سلپ میں تین تین کیچ چھوڑنے والوں کو کچھ نہیں کہا گیا تو اتنے اہم موقعہ پر نو بال کرنے والے کو بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔ خیر یہ شائقین کرکٹ کا حوصلہ ہے کہ پے در پے شکستوں کے بعد بھی ہر میچ میں کسی انہونی کے انتظار میں رہتے ہیں، ان کی خواہش آج بھی یہ ہوتی ہے۔

سہہ چکے ہیں بہت خزاں کے ستم
اب تو آواز دے بہار ہمیں

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

لندن: فرینڈز آف پاکستان کی پانچویں سالانہ ایوارڈ تقریب

پاکستانی لیجنڈ ہیرو شاہد کی بطور مہمان خصوصی شرکت

رپورٹ: محمد عمر

فرینڈز آف پاکستان، کے بانی پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو شہید تھے، یہ تنظیم ہر سال، دنیا بھر میں نمایاں خدمات انجام دینے والے پاکستانیوں کو ایوارڈ سے نوازتی ہے، امسال فرینڈز آف پاکستان کے زیر اہتمام پانچویں سالانہ ایوارڈ تقریب 20 ستمبر کو لندن میں منعقد ہوئی، پاکستانی فلموں کے عظیم ہیرو شاہد حمید نے بحیثیت مہمان خصوصی اس تقریب میں شرکت کی، وہ 18 ستمبر کو لندن پہنچے تھے، پاکستانی ہاکی ٹیم کے سابق کپتان اختر رسول نے بھی اس ایوارڈ تقریب میں شرکت کی۔

!ان کے علاوہ کینیڈا امریکہ جرمنی سمیت مختلف ممالک سے پاکستانی مہمانوں نے جو مختلف شعبوں میں خدمات انجام دے چکے ہیں اس تقریب میں شرکت کی، شرکاء مین دو خواتین بھی شامل تھیں، پاکستانی فلموں کے سپر اسٹار شاہد نے لندن سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ اس تقریب میں 10 ایوارڈز تقسیم کیئے گئے، ان کی کوشش ہے کہ اگلے سال یہ تقریب لاہور، کراچی یا اسلام آباد میں منعقد ہو، انہوں نے بتایا کہ فرینڈز آف پاکستان کے زیر اہتمام ہر سال ان پاکستانیوں کو ایوارڈ دیئے جاتے ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک میں ملک کا نام روشن کر چکے ہوتے ہیں اس ایوارڈ کا نام،، فرزند پاکستان،، ہے، لندن میں قیام کے دوران اداکار شاہد کو ایک افسوسناک خبر بھی ملی کہ ان کے اور پیپلز پارٹی لندن کے رہنما چوہدری ریاض کے مشترکہ دوست شوکت ڈار کا انتقال ہو گیا جن کیلیئے دعائے مغفرت بھی کی گئی۔

یاد رہے کہ اداکار شاہد پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ شدید عقیدت رکھتے ہیں، جب 1978 میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف نام نہاد قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا تو وہ انجام کی پرواہ کیئے بغیر لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مولوی مشتاق کے پاس ان کے گھر گئے اور ذوالفقار علی بھٹو کو سزا نہ دینے کی استدعا کی جس کے بعد ان کو مختلف طریقوں سے تنگ کیا گیا اور ان کو مجبور ہو کر ضیاء الحق کے دور میں کینیڈا منتقل ہونا پڑا، اس کیلیئے انہیں کئی فلموں کے ایڈوانس بھی واپس کرنا پڑے اور ان کے فلمی کیریئر میں بریک بھی آ گیا اور وہ کئی سال تک سکرین سے غائب رہے۔

ISSN # : 3080-9746

ISSN # : 3080-9746